۷۸۶

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا

سفینۂ نوحؑ

حصّہ اوّل

مُؤلّفہ

محمد شفیع الخطیب اوکاڑوی، کراچی

ملنے کا پتہ

نورانی منزل ۵۳ - بی، سندھی مسلم سوسائٹی - کراچی

سفینۂ نوح

حصہ اوّل

المؤلف

محمد شفیع الخطیب (اوکاڑوی) کراچی

(ملنے کا پتہ)

نورانی کتب خانہ، ۵۳-بی سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی ۳

٤٨٦ 59708

يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ حُبُّكُمْ

اے اہل بیت رسولِ اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے

فَرْضٌ مِّنَ اللهِ فِي الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَهٗ

تمہاری محبت کو فرض قرار دیا ہے اس قرآن میں جس کو اس نے نازل کیا ہے

كَفَاكُمْ مِّنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ اِنَّكُمْ

تمہاری عظمت و شان کے لیئے یہی بات کافی ہے

مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ

کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز نہیں

(امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

حُبِّ اہلبیت

شریعت مطہرہ نے ہر مسلمان پر حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے تمام عزیز و اقارب اور احباب سے زیادہ لازم کی ہے، قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے

قُلْ اِنْ کَانَ آبَاءُکُمْ	میرے حبیب فرما دیجئے کہ اے لوگو!
وَاَبْنَاءُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ	تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے
وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ	بھائی، تمہاری عورتیں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی
وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ	کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا
تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ	تمہیں ڈر ہے اور تمہاری پسند کے مکان
تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ	ان میں سے کوئی چیز بھی اگر تمہیں اللہ اور
مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ	اس کے رسول، اور اس کی راہ میں جہاد
فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی	کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار کرو

يَأْتِيَ اللّٰهُ بِأَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ — کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ (قرآن کریم) — مدینے والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے بیٹھے رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان کو پیاری سمجھیں

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت ماں باپ و اولاد، عزیز و اقارب، دوست و احباب مال و دولت، مسکن وطن اور خود اپنی جان کی محبت سے زیادہ ضروری و لازم ہے۔ اور اگر ماں باپ یا اولاد، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت نہ رکھتے ہوں تو ان سے دوستی و محبت رکھنا جائز نہیں۔ قرآن پاک میں اس مضمون کی متعدد آیتیں ہیں۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ایمان و نجات کا دار و مدار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ہے تو جس مومن کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو گی اس کے دل میں ہر اس چیز کی محبت ہو گی جس کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گا۔ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس سے محبت و تعلق رکھنے والی تمام چیزیں اس کو محبوب ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے آپ کی اولاد، آپ کے اصحاب، آپ کے ارشادات و افعال اور آپ کے وطن مبارک اور ہر اس چیز کو جس کا روحانی یا جسمانی آپ سے

تعلق ہے جان و دل سے محبوب رکھتے ہیں، کیونکہ ان کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے تو گویا ان کی محبت عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوئی، اور جو بدبخت ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بغض و عداوت رکھے، یا ان کی توہین و بے ادبی کرے وہ ایمان سے محروم اور دشمن خدا و رسول ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسوں کی مجلس میں نہ جائیں بلکہ ان کے پاس تک بھی نہ بیٹھیں۔ آدمی اپنے اور اپنے باپ کے دشمن کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور خوشی سے بات کرنا گوارا نہیں کرتا۔ تو دشمنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دشمنان اہلبیت و اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے گوارا کر سکتا ہے؟

خوب یاد رکھو! اہلبیت کرام و صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت عین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اور ان کی عداوت عین رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت ہے۔ اس لئے مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل میں دونوں کی محبت رکھے عہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلبیت کرام کے حق میں فرمایا:

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِيْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَ فِيْهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ.	کہ میرے اہل بیت کی مثال نوح (علیہ السلام) کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو باہر رہا وہ غرق ہوا ۵

عہ صحابۂ کرام خصوصاً فضائل خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے متعلق مولف کا رسالہ النجوم الہدیٰ ضرور پڑھیں ۱۲

اے غرقۂ گناہ ز طوفانِ غم مترس
کشتی نوح عصمتِ آلِ محمد است

اور صحابۂ کرام کی شان میں فرمایا۔

اَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے جسکی اقتدا کرو گے راہ ہدایت پاؤ گے

دیکھئے ایک حدیث میں اہل بیت کرام کو کشتی کی مثل اور دوسری میں صحابۂ کرام کو ستاروں کی مثل فرمایا پس دریائے ایمان و عرفان بغیر رہنمائی نجوم طے نہیں ہو سکتا، کیونکہ شب تیرہ میں بے ہدایت انجم کشتی میں سوار ہونے والے منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتے۔ پار وہی لگے ہیں جنھوں نے کشتی میں سوار ہونے کا شرف حاصل کیا اور اور ستاروں کو اپنا رہنما بنایا یعنی دونوں کو حصول نجات کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا نہ ان میں سے کوئی پار لگا جنھوں نے صرف ستاروں کو رہنما بنایا اور کشتی میں سوار نہ ہوئے اور نہ ان میں سے کوئی پار لگا جو صرف کشتی میں سوار ہوتے اور ستاروں کی رہنمائی حاصل نہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ نہ کوئی ولی کامل خارجیوں میں ہوا اور نہ رافضیوں میں، یہ شرف و کمال صرف اہل سنت وجماعت ہی کا حصہ ہے ۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں، اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

کیونکہ اہل سنت کشتی محبت اہل بیت نبوت میں سوار ہوکر اور ستارۂ محبت اصحاب نبوت سے روشنی حاصل کرتے ہوئے منزل مقصود کو پا رہے ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین

جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ اہل بیت نبوت کی محبت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مخلوق پر فرض ہے اہل بیت نبوت کی محبت بھی فرض ہوئی۔ باوجود اس کے اللہ تعالیٰ اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ترغیب وتحریص فرمائیں تو معلوم ہوا کہ اہل بیت نبوت کی محبت سرمایہ ایمان اور رضائے خدا اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب!

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (قرآن کریم)

فرما دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سے اس (ہدایت و تبلیغ) کے بدلے کچھ اجرت وغیرہ نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ قَالَ عَلِيٌّ وَّفَاطِمَةُ وَوَلَدَاهُمَا (زرقانی علی المواہب ص۳ ۔ درمنثور ص۶ ۔ صواعق محرقہ ص۱۶۸)

یارسول اللہ وہ آپ کے قریبی لوگ کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ فرمایا علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے!

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا:

مَنْ عَرَفَنِيْ فَقَدْ عَرَفَنِيْ وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفْنِيْ فَاَنَا الْحَسَنُ بْنُ

جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو مجھے پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے

مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ تَلَا وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِیْ اِبْرَاهِیْمَ الآیۃ ثُمَّ قَالَ اَنَا ابْنُ الْبَشِیْرِ اَنَا ابْنُ النَّذِیْرِ ثُمَّ قَالَ وَاَنَا مِنْ اَهْلِ الْبَیْتِ الَّذِیْنَ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَوَدَّتَهُمْ وَمُوَالَاتَهُمْ فَقَالَ فِیْمَا اَنْزَلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی

کہ میں حسن ہوں فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِیْ اِبْرَاهِیْمَ آخر تک۔ پھر فرمایا میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں اور میں اہل بیت نبوت سے ہوں جن کی محبت و دوستی اللہ عزوجل نے تم پر فرض فرمائی ہے اور اس بارے میں اس نے اپنے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا نازل فرمائی ہے

(الصواعق المحرقہ ص ۱۶۸)

حضرت ابو دیلم فرماتے ہیں کہ جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اسیری کی حالت میں دمشق لاکر ایک جگہ کھڑا کیا گیا تو ایک شامی ظالم نے آپ سے کہا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَتَلَكُمْ وَاسْتَاْصَلَكُمْ وَقَطَعَ قَرْنَ الْفِتْنَةِ۔ فَقَالَ لَهٗ مَا قَرَاْتَ قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا

خدا کا شکر ہے جس نے تمہارا خاتمہ کیا اور تمہاری جڑوں کو کاٹا اور فتنہ گردں کو مٹایا (معاذ اللہ) آپ نے

اس سے فرمایا کیا تو نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی، قُلْ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی؟ اِلَّا الْمُوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی قَالَ وَ اَنْتُمْ ھُمْ؟ قَالَ نَعَمْ!

(صواعق محرقہ ص۱۶۹ اور منثور ص۷)

اس نے کہا کیا وہ تم ہو؟ فرمایا ہاں بلا شبہ

شیخ جلیل حضرت شمس الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

رَأَیْتُ وِلَائِیْ آلَ طٰہٰ فَرِیْضَۃً
عَلٰی رَغْمِ اَھْلِ الْبُعْدِ یُوْرِثُنِیْ الْقُرْبَا

آل طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت و محبت کو فرض سمجھتا ہوں جو مجھے ان کے قرب کی دولت سے نوازے گی بخلاف ان کے دشمنوں کے جو ان سے دور رہیں گے۔

فَمَا طَلَبَ الْمَبْعُوْثُ اَجْرًا عَلَی الْھُدٰی
بِتَبْلِیْغِہٖ اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت و ہدایت پر معاوضہ طلب نہیں کیا سوائے اہل قرابت کی محبت کے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! خدا تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ (تمہارا رب ہے اور) تمہیں نعمتیں عطا فرمایا ہے۔ وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ (ترمذی و مشکوٰۃ ص۵۷۳) اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے۔ اور میرے اہل بیت کو محبوب رکھو۔ میری محبت کی وجہ سے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے

حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ ھٰذَیْنِ وَاَبَاھُمَا وَاُمَّھُمَا کَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (ترمذی)

جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور ان دونوں (حسنین) اور ان کے باپ (علی) اور ان کی ماں (فاطمہ) کو محبوب رکھا۔ وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ

(ابن ماجہ ص $\frac{۱۴}{۱}$، المستدرک ص $\frac{۱۶۶}{۳}$)

جس نے حسن وحسین کو محبوب رکھا اس نے درحقیقت مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے حسن وحسین دونوں میرے بیٹے ہیں۔

مَنْ اَحَبَّھُمَا اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ اَحَبَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَحَبَّہُ اللّٰہُ اَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ اَبْغَضَہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَبْغَضَہُ اللّٰہُ اَدْخَلَہُ النَّارَ

(المستدرک حاکم ص $\frac{۱۶۶}{۳}$)

جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اللہ نے اس کو جنت میں داخل کیا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ نے اسکو جہنم میں داخل کیا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن وحسین دونوں کو لئے ہوئے فرمارہے تھے۔

هٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِیْ	یہ دونوں میرے .اور میری بیٹی کے
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا	بیٹے ہیں، اے اللہ میں ان کو محبوب رکھتا
وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهُمَا	ہوں لیس تو بھی ان کو محبوب رکھ اور اس
(ترمذی باب المناقب)	کو بھی محبوب رکھ جو ان کو محبوب رکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن رضی اللہ عنہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیکھا کہ وہ اپنی انگلیاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک میں ڈالتے تھے۔ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُدْخِلُ لِسَانَهٗ فِیْ فَمِهٖ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ

(المستدرک حاکم ص۱۶۹ ج۲)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالتے اور فرماتے ۔ اے اللہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ!

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین کو دیکھا تو فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا	اے اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا
(ترمذی شریف)	ہوں لیس تو بھی ان دونوں کو محبوب رکھ!

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ حُسَیْن — حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں
اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا — جس نے حسین کو محبوب رکھا اس نے اللہ
(ترمذی شریف) — کو محبوب رکھا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَعْرِفَۃُ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَحُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَی الصِّرَاطِ وَالْوِلَایَۃُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ اَمَانٌ مِّنَ الْعَذَابِ
(شفا شریف ص ۳۷/۲)

معرفت آلِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم (کے مقام) کی دوزخ سے نجات کا باعث ہے اور محبت رکھنا آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پل صراط پر سے گذرنے کی سند ہے، اور ولایت آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امان ہے عذاب سے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

حُبُّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ تَاْکُلُ الذُّنُوْبَ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

علی ابن ابی طالب کی محبت گناہوں کو اسطرح ختم کردیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔

(نزہتہ المجالس ص ۱۶۱/۲ ۔ الریاض النضرہ ص ۲۸۵/۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجتہ الوداع میں عرفہ کی روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے اور فرمارہے تھے

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَّا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ
(ترمذی۔ مشکوٰۃ ص ۵۶۵)

اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، وہ چیز اللہ کی کتاب اور میری عترت اہل بیت ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُبْغِضُنَا اَھْلَ الْبَیْتِ اَحَدٌ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ النَّارَ (مستدرک حاکم ص۱۵۰ ج۳)	قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس کسی نے بھی ہمارے اہل بیت سے بغض رکھا، اللہ نے اس کو جہنم میں داخل کیا۔

(زرقانی علے المواھب ص۲ج۷ الصواعق المحرقہ ص۱۷۲)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ اہل بیت نبوت کی عقیدت و محبت سرمایۂ ایمان اور ذریعۂ نجات ہے اور ان سے بغض و عداوت بے ایمانی اور سبب ہلاکت ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ (بخاری)	خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ کو اپنے اقربا سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اقربا محبوب تر ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر شریف پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، جو ابھی بچے ہی تھے تشریف لائے اور فرمایا۔ اترو میرے نانا کے ممبر سے۔

فَقَالَ صَدَقْتَ وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمَجْلِسُ اَبِیْكَ ثُمَّ اَخَذَہٗ وَاَجْلَسَہٗ فِیْ حِجْرِہٖ وَبَکٰی فَقَالَ عَلِیٌّ اَمَا وَاللّٰہِ	حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا تم نے سچ کہا خدا کی قسم بلا شبہ یہ تمہارے جد امجد کا ممبر ہے۔ پھر آپ نے ان کو پیار سے اٹھا کر

مَا کَانَ عَنْ دَائِیْ فَقَالَ صَدَقْتَ وَاللّٰہِ مَا اتَّھَمْتُکَ (الصواعق المحرقہ ص۱۷۵)

گود میں بٹھا لیا اور رو پڑے۔ حضرت علی نے کہا خدا کی قسم اس نے میرے کہنے سے یہ نہیں کیا، حضرت ابوبکر نے فرمایا آپ سچے ہیں مجھے آپ پر کوئی بدگمانی نہیں ہے

اور اسی کی مثل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی منقول ہے (اصابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ الریاض النضرہ ص۲۹

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب شہر مدائن فتح ہوا، تو حضرت عمر نے مسجد نبوی میں فرش چرمی بچھا کر اس پر مال غنیمت جمع کیا۔ سب سے پہلے حضرت امام حسن تشریف لائے اور فرمایا اے امیر المومنین ہمارا حق جو اللہ نے مقرر کیا ہے، ہمیں عطا کرو!

ے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کو اپنے بڑے کے مقام پہ بیٹھے ہوئے، یا اس کا کپڑا پہنے ہوئے، یا اس کی کسی چیز کو استعمال کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہاں سے اٹھو! یا یہ کپڑا اتار دو کہ یہ ہمارا ہے۔ پس ان کی ایسی باتیں قابل استدلال نہیں ہوتیں۔ اس میں شک نہیں کہ انبیائے کرام و ائمہ عظام کمالات نفسانی اور مراتب ایمانی میں تمام خلق سے ممتاز ہوتے ہیں لیکن احکام بشریہ اور خواص لڑکپن ان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے مقتدا ہونے کے لئے حد کمال عقل پر پہنچنا ضروری قرار دیا گیا ہے (تحفہ اثنا عشریہ)

آپ نے فرمایا بالبرکۃ والکرامۃ اور ایک ہزار درہم نذر کیے۔ ان کے جانے کے فوراً بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ ان کو بھی ہزار درہم دیے۔ پھر ان کے جانے کے فوراً بعد آپ کے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ تشریف لائے تو آپ نے ان کو پانچ سو درہم دیے۔ حضرت عبداللہ نے کہا، یا امیرالمومنین میں حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جوان تھا، اور آپ کے حضور جہاد کرتا تھا، اور حسنین اس وقت بچے تھے اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو ہزار ہزار اور مجھے پانچ سو درہم دیے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹا پہلے وہ مقام اور فضیلت تو حاصل کرو جو حسنین کو ہے۔ پھر ہزار درہم کا مطالبہ کرنا۔ ان کے باپ علی مرتضےٰ، ماں فاطمۃ الزہرا، نانا رسول خدا، نانی خدیجۃ الکبریٰ، چچا جعفر طیار۔ پھوپھی ام ہانی ماموں ابراہیم بن رسول اللہ، خالہ رقیہ، ام کلثوم، دختران پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ اس واقعہ کی خبر حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کو پہنچی، انہوں نے فرمایا میں نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حضرت عمر اہل جنت کے چراغ ہیں۔ ان کے اس فرمانے کی خبر حضرت عمرؓ کو پہونچی۔ آپ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ حضرت علی کے دروازہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت علی باہر تشریف لائے حضرت عمر نے کہا اے علی تم نے سنا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو "چراغ اہل جنت" فرمایا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا ہاں میں نے آپ سے سنا ہے حضرت

سه الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۸

حضرت عمر نے کہا اے علی یہ حدیث آپ اپنے ہاتھوں سے لکھکر مجھے دیجیے
حضرت علی نے اپنے دستِ مبارک سے بسم اللہ شریف کے بعد لکھا کہ

هٰذَا مَاضَمِنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَنْ جِبْرِیْلَ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سِرَاجُ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

یہ وہ بات ہے جس کے ضامن ہوئے علی بن ابی طالب واسطے عمر بن خطاب کے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان سے جبریل نے، ان سے اللہ تبارک وتعالےٰ نے کہ عمر بن خطاب اہلِ جنت کے چراغ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا لکھا ہوا فرمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ جب میری وفات ہو تو بعد غسل وتکفین یہ کاغذ میرے کفن میں رکھ دینا۔ جب آپ شہید ہوئے تو وہ کاغذ حسب وصیت آپ کے کفن میں رکھ دیا گیا۔

(فصل الخطاب، الریاض النضرۃ ص۲۸۲، ازالۃ الخفا)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ کی مذمت کر رہا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

وَیْحَكَ اَتَعْرِفُ عَلِیًّا هٰذَا ابْنُ عَمِّهٖ وَاَشَارَ اِلٰی قَبْرِهٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ مَا اٰذَیْتَ اِلَّا هٰذَا فِیْ قَبْرِهٖ

صواعق محرقہ ص۱۷۵
زرقانی ص۱۲

افسوس تجھ پر کیا تو (حضرت) علی کو نہیں پہچانتا کہ وہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کیطرف اشارہ کر کے فرمایا۔ خدا کی قسم تو نے حضرت علی کی مذمت کر کے انکو ایذا پہنچائی ہے جو اس قبر میں آرام فرما ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قحط سالی کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا فرماتے اور یوں کہتے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا فَیُسْقَوْ (بخاری۔ مشکوٰۃ ص۱۳۲)	اے اللہ تیری بارگاہ میں ہم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں تو فوراً بارش ہو جاتی۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ان کے دروازہ پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر دروازہ پر کھڑے ہوئے حاضر ہونے کا اذن مانگ رہے ہیں اور اتفاق سے ان کو حاضر ہونے کی اجازت نہ ملی حضرت حسن رضی اللہ عنہ یہ خیال کر کے کہ جب انہوں نے اپنے بیٹے کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی، تو مجھے کب دیں گے، واپس آگئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس خیال سے واپس چلے گئے ہیں، تو آپ فوراً ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے تمہارے تشریف لانے کی اطلاع نہ تھی حضرت حسن نے فرمایا کہ میں اس خیال سے واپس آگیا کہ جب آپ نے اپنے بیٹے کو اجازت نہیں دی تو مجھے کب دیں گے؟ فرمایا کہ:۔

اَنْتَ اَحَقُّ بِالْاِذْنِ مِنْہُ وَھَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ فِی الرَّاْسِ بَعْدَ اللّٰہِ اِلَّا اَنْتُمْ (الصواعق المحرقہ ص۱۷۵)	تم اس سے زیادہ مستحق اذن ہو اور یہ بال سر پر اللہ تعالیٰ کے بعد کس نے اگائے سوا تمہارے یعنی تمہاری بدولت راہ راست پائی اور تمہاری برکت سے اس مرتبے کو پہنچے

اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا

اِذَا جِئْتَ فَلَا تَسْتَاذِنْ (صواعق محرقہ ۱۷۱) آپ جب تشریف لایا کریں تو بغیر اجازت آجایا کریں

ان روایات سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا اہل بیت کی توقیر کرنا۔ اور ان کا محب ہونا، روز روشن کی طرح واضح ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دونوں پاؤں سے اپنے کپڑے کے کونے پر خاک جھاڑی۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابوہریرہ کیا کرتے ہو؟ ابوہریرہ نے عرض کیا حضور مجھے معاف رکھیے! واللہ جتنے آپ کے مراتب میں جانتا ہوں، اگر لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو آپ کو کندھوں پر اٹھائے پھریں۔ (اظہار السعادت)

مدینہ منورہ میں ام خالد حسن و جمال میں ایک مشہور نوجوان عورت تھی جس کا نکاح پہلے عبداللہ بن عامر کے ساتھ ہوا تھا، مگر اس نے طلاق دیدی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس حضرت ابوہریرہ تعالیٰ عنہ کو یزید کی منگنی کا پیغام دے کر بھیجا۔ حضرت ابوہریرہ شام سے چل کر مدینہ منورہ پہنچے سب سے پہلے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضر ہوئے وہاں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے مدینہ منورہ آنے کا سبب دریافت فرمایا حضرت ابوہریرہ نے ساری کیفیت بیان فرمائی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ام خالد کو ہماری طرف سے بھی پیام نکاح دینا عرض کیا بہت اچھا۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہ کی حضرت حسین، عباس بن علی عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن مطیع بن اسود رضی اللہ عنہم سے

ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی اپنی اپنی منگنی کا پیام دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عورت سے جاکر ملے۔ اور اپنے آنے کا مقصد بیان کر کے ان تمام حضرات کا بھی پیام دیا۔ ام خالد نے کہا کہ اب میرا ارادہ نکاح کرنے کا نہیں ہے میں چاہتی ہوں کہ بیت اللہ میں مجاور بن کر اللہ کی یاد میں زندگی بسر کردوں! آگے جو تمہارا مشورہ ہو؟ آپ نے فرمایا جوانی کی عمر میں بے شوہر کے رہنا خلاف مصلحت ہے۔ ام خالد نے کہا۔

پھر تم ہی مشورہ دو کہ ان حضرات میں سے کس کے ساتھ نکاح کروں؟

حضرت ابوہریرہ نے فرمایا۔ اس معاملے میں تم خود ہی بہتر سمجھ سکتی ہو!

اس نے کہا میں بغیر تمہارے مشورے کے کسی کے ساتھ نہ کروں گی۔ فرمایا۔ اگر تجھ کو میرے مشورہ پر اصرار ہے تو میں سبط رسول اور قرۃ العین بتول کے برابر کسی کو نہیں جانتا۔

اے ناقص العقل! مالِ دنیا نظر میں نہ لا، اور مصاہرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غنیمت جان! اور سرداران جنت میں سے ایک کے ساتھ نکاح کر کے دونوں جہان میں سرفرازی حاصل کر! ام خالد نے مان لیا اور کہا بہتر ہے حضرت حسن خبر کر دو کہ میں ان کے ساتھ نکاح کروں گی۔ حضرت ابوہریرہ نے اطلاع کی اور اسی روز نکاح ہوگیا۔ ان واقعات کی حضرت امیر معاویہ کو اطلاع ہوگئی۔ حضرت ابوہریرہ جب واپس حضرت امیر معاویہ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا ہم نے تمہیں منگنی کا پیغام دے کر بھیجا تھا، مگر تم نے وہاں پہنچ کر کیا کیا؟ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا، ام خالد نے مجھ سے مشورہ طلب کیا تھا،

سو میں نے اس کے حق میں جو نیک اور بہتر بات تھی وہ بتادی۔ یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے ایسے محنت کرنے والے بھی ہیں جن کی محنت کا پھل گھر بیٹھنے والوں کو بے محنت ملتا ہے۔ (الموافقۃ لابن السمان، تحفۂ اثنا عشریہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رکاب پکڑے ہوئے تھے، لوگوں نے ان سے کہا آپ عمر میں ان سے بڑے ہیں اور ان کی رکاب پکڑے ہوئے ہیں؟ فرمایا حسین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں تو کیا ان کی رکاب پکڑنا میرے لئے سعادت نہیں ہے؟ (تسوید القوس للشیخ ابن حجر)

حضرت عبداللہ بن حضرت حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما کے پاس کسی ضرورت کی وجہ سے گیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا۔

اِذَا کَانَ لَکَ حَاجَۃٌ فَاَرْسِلْ اِلَیَّ اَوِاکْتُبْ فَاِنِّیْ اَسْتَحِیْ مِنَ اللّٰہِ اَنْ یَّرَاکَ عَلٰی بَابِیْ

آپ کو جب کوئی حاجت ہو تو کسی کو بھیج دیا کریں یا لکھ دیا کریں مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے آپ کسی ضرور کے واسطے میرے دروازہ پر آیا کریں۔

(الصواعق المحرقہ ص۱۷۸، شفا شریف ص۳۹)

مورخین لکھتے ہیں کہ جب ہشام بن عبدالملک حج کو گیا، تو طواف کرتے ہوئے حجر اسود کو چومنے کی بہت کوشش کی مگر کثرت ہجوم کی وجہ سے حجر اسود کو چومنے میں

کامیاب نہ ہوسکا۔ ایک منبر اس کے لیئے رکھا گیا۔ اور وہ اس کے اوپر بیٹھ کر لوگوں کے طواف کرنے اور حجر اسود کو چومنے کا نظارہ کرنے لگا۔ اس وقت اس کے ساتھ اہلِ شام کی ایک جماعت تھی۔ اسی اثنا میں اچانک حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور طواف کرنے لگ گئے۔ جب حجر اسود کی طرف چلے تو لوگ فوراً خود بخود ہٹ گئے۔ اور حضرت امام زین العابدین کے لیے راستہ صاف کر دیا۔ امام عالی مقام نے بآسانی حجر کو بوسہ دیا یہ دیکھ کر ایک شامی نے کہا یہ کون ہے جس سے اس قدر ہیبت میں آگئے ہیں ہشام نے کہا میں تو اسے نہیں پہچانتا اور یہ اس نے اس ڈر سے کہا تھا کہ کہیں اہلِ شام آپ کے معتقد نہ ہو جائیں، اس وقت وہاں ابو فراس فرزدق شاعر بھی موجود تھا، کہنے لگا خدا کی قسم میں ان کو جانتا ہوں۔ شامیوں نے کہا اے ابا فراس! یہ کون ہیں؟ تو اس نے کہا ؎

هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْاَتَهٗ
وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

یہ وہ ہے جس کو سرزمینِ مکہ وطائف اور بیت اللہ کے حل وحرم اس کے علو مرتبت کی وجہ سے خوب جانتے اور پہچانتے ہیں۔

هٰذَا ابْنُ خَیْرِ عِبَادِ اللّٰہِ کُلِّهِمْ
هٰذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ

یہ اس کا فرزند ہے جو اللہ کے تمام بندوں سے بہتر ہے۔ یہ خدا ترس پاک وصاف اور نہایت بردبار ہے۔

هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةَ اِنْ کُنْتَ جَاهِلَهٗ
بِجَدِّہٖ اَنْبِیَاءُ اللّٰہِ قَدْ خُتِمُوْا

یہ فرزند ہے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا، اگر تو نہیں جانتا ہے تو جان لے۔ اور اسی کے جدامجد خاتم النبیین ہیں۔

اَللّٰہُ شَرَّفَهٗ قِدْمًا وَّعَظَّمَهٗ
جَرٰی بِذَالِكَ لَهٗ فِیْ لَوْحِهٖ الْقَلَمُ

اللہ نے ازل سے ہی ان کو شرف و کمال بخشا اور بزرگ بنایا ہے اور اس بات میں ان کے لئے لوح محفوظ میں قلم چل چکا ہے۔

اِذَا رَأَتْهُ قُرَیْشٌ قَالَ قَائِلُهَا
اِلٰی مَکَارِمِ هٰذَا یَنْتَهِی الْکَرَمُ

جب قریش ان کو دیکھتے ہیں تو کہتا ہے ان کا کہنے والا کہ انہیں کے اخلاق حسنہ اور جود و کرم پر انتہا

عَمَّ الْبَرِیَّةَ بِالْاِحْسَانِ فَانْقَشَعَتْ
عَنْهُ الْعِنَایَةُ وَالْاِمْلَاقُ وَالظُّلَمُ

یہ ان میں سے ایک ہیں جن کا ساری مخلوق پر احسان عظیم ہے اور انھیں کے سبب رنج افلاس اور ظلم دور ہوا ہے۔

لَا یَسْتَطِیْعُ جَوَادٌ بُعْدَ غَایَتِهِمْ
وَلَا یُدَانِیْهِمْ قَوْمٌ وَّاِنْ کَرُمُوْا

کوئی بڑے سے بڑا سخی بھی استطاعت نہیں رکھتا کہ ان کی سخاوت کی انتہا کو پہنچ سکے اور نہ کوئی قوم، اگرچہ وہ کتنی ہی بخشش کرنے والی ہو۔

59708

كِلْتَا يَدَيْهِ غِيَاثٌ عَمَّ نَفْعُهُمَا
تَسْتَوْكِفَانِ وَلَا يَعْرُوْهُمَا الْعَدَمُ

ان کے دونوں ہاتھ سخاوت کی بارش ، محتاج کے مددگار ہیں جن کا فیض عام ہے ۔ ہمیشہ برستے رہتے ہیں ۔ اور نہ ہونا کبھی ان کے پیش ہی نہیں آیا ۔

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِهٖ
لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاءُهٗ نَعَمُ

انہوں نے کبھی لا (نہیں) تو کہا ہی نہیں بجز تشہد کے کہ نفی شریک باری تعالیٰ ہے ، اور اگر تشہد میں لا نہ ہوتا تو اس کا وہ لا کبھی نعم (ہاں) ہی ہوتا ۔

یَنْمِیْ اِلٰی ذُرْوَةِ الْعِزِّ الَّذِیْ قَصُرَتْ
عَنْ نَیْلِهٖ عَرَبُ الْاِسْلَامِ وَالْعَجَمُ

یہ وہ ہیں جنہوں نے عروج کیا ہے عزت کی ایسی بلندیوں پر کہ وہاں تک پہنچنے سے تمام عرب و عجم کے لوگ قاصر ہیں ۔

یَنْشَقُّ نُوْرُ الْهُدٰی مِنْ نُوْرِ غُرَّتِهٖ
كَالشَّمْسِ یَنْجَابُ عَنْ اِشْرَاقِهَا الظُّلَمُ

اس کی پیشانی کے نور سے ہدایت کا نور ٹپکتا ہے جس سے تاریکی دور ہو جاتی ہے جس طرح آفتاب کے طلوع ہونے سے تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں ۔

مُشْتَقَّةٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ شُعْبَتُهٗ
طَابَتْ عَنَاصِرُهٗ وَالْخِیَمُ وَالشِّیَمُ

اس کی ذات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مشتق ہے اس لئے اس کی اصل ۔

اس کی عادتیں اور خصلتیں نہایت پاکیزہ اور عمدہ ہیں ۔

سَهْلُ الْخَلِيقَةِ لَا تُخْشَى بَوَادِرُهُ
يَزِينُهُ اثْنَانِ حُسْنُ الْخُلْقِ وَالشِّيَمُ

یہ ایسا نرم خو ہے کہ اس کے غضبناک ہونے کا خوف نہیں، اس کو دو چیزوں حسن خلق اور مکارم اخلاق نے زینت دی ہے ۔

يُغْضِي حَيَاءً وَّيُغْضَى مِنْ مَّهَابَتِهِ
فَمَا يُكَلَّمُ إِلَّا حِينَ يَبْتَسِمُ

یہ تو حیا سے نگاہ نیچی رکھتا ہے اور لوگوں کی نگاہیں اس کی ہیبت سے جھک جاتی ہیں اور کوئی اس سے کلام نہیں کر سکتا (بوجہ ہیبت کے) مگر جبکہ یہ تبسم فرمائے ۔

مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِيْنٌ وَّبُغْضُهُمْ
كُفْرٌ وَّقُرْبُهُمْ مَنْجًى وَمُعْتَصَمُ

یہ اس پاکیزہ گروہ کا ایک فرد ہے جن کی محبت دین، اور جن کا بغض کفر، اور جن کا قرب نجات اور پناہ میں آنا ہے ۔

إِنْ عُدَّ أَهْلُ التُّقٰى كَانُوْا أَئِمَّتَهُمْ
أَوْ قِيْلَ مَنْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ قِيْلَ هُمُ

اگر متقی لوگوں کا شمار کیا جائے، تو ان سب کے امام پیشوا یہی ہیں ۔ اگر کوئی کہے کہ تمام روئے زمین پر سب سے بہتر کون ہے ؟ تو کہا جائے گا کہ یہی لوگ ہیں ۔

مُقَدَّمٌ بَعْدَ ذِكْرِ اللّٰہِ ذِکْرُھُمْ
فِیْ کُلِّ بَدْءٍ وَّمَخْتُوْمٌ بِہِ الْکَلِمُ

اللہ کے ذکر کے بعد ان مقدس لوگوں کا ذکر مقدم ہے، ہر کلام کی ابتدا اور انتہا میں

فَلَیْسَ قَوْلُكَ مَنْ ھٰذَا بِضَائِرِہٖ
اَلْعُرْبُ تَعْرِفُ مَنْ اَنْکَرْتَ وَالْعَجَمُ

تو تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے یہ اس کو ضرر پہنچانے والا نہیں، کیونکہ جس کا تو نے انکار کیا ہے اس کو عرب بھی جانتے ہیں اور عجم بھی۔

مَنْ یَّعْرِفُ اللّٰہَ یَعْرِفُ اَوَّلِیَّتَہٗ
فَالدِّیْنُ مِنْ بَیْتِ ھٰذَا نَالَہُ الْاُمَمُ

جو اللہ کو جانتا ہے، وہ ان کی بزرگی بھی جانتا ہے۔ دینِ حق انہیں کے گھر سے تمام جہان کو نصیب ہوا۔

اَیُّ الْخَلَائِقِ لَیْسَتْ فِیْ رِقَابِھِمْ
لِاَوَّلِیَّۃِ ھٰذَا اَوْلَہٗ نِعَمُ

مخلوقات میں سے کون لوگ ہیں جن کی گردن میں اس کے اور اس کے بزرگوں کے احسانات و انعامات کے ہار نہ ہوں۔

جب ہشام نے یہ سب کچھ سنا تو اس نے غضب ناک ہو کر فرزدق کے قید کرنے کا حکم دیا چنانچہ عسفان (یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک کنواں ہے) میں فرزدق کو قید کر دیا گیا۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بشفقت و محبت بارہ ہزار درہم فرزدق کو بھیجے، تو اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ میں نے آپ

کی تعریف اللہ تعالےٰ اور رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے اور اپنے گناہوں کے کفارہ کے لیئے کی ہے نہ کہ بامید عطا و انعام، امام عالیمقام نے فرمایا فرزدق کو کہو کہ اگر تو ہم اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہے، تو اس کو واپس نہ کر بلکہ رکھ لے کیونکہ ہم اہل بیت نبوت، جب کسی کو کوئی چیز بخش دیتے ہیں، تو اس کو ہرگز واپس نہیں لیتے چنانچہ فرزدق نے وہ درہم قبول کر لیئے ع۵

(حلیتہ الاولیا ابونعیم ص ۱۳۹/۳ الصواعق المحرقہ ص ۱۹۸)

شیخ ابوسعید مادری نے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ آپ تعظیم وتوقیر اور احترام سادات میں نہایت مبالغہ فرماتے تھے چنانچہ ایک دن مجلس واحد میں چند بار تعظیماً کھڑے ہوئے اور سبب اس کا ظاہر نہ ہوا اہل مجلس نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ ان لڑکوں میں ایک لڑکا سید ہے جب اس کو دیکھتا ہوں تعظیم کو اُٹھتا ہوں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ جو صحبت و تلمذ اور علم اور طریقہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو حضرات ائمہ اہل بیت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور زید بن علی بن حسین سے حاصل ہے وہ بیان سے مستغنی ہے اور امام ابوحنیفہ کے والد حضرت ثابت اپنے باپ کے ساتھ بچپن میں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت کو گئے تھے تو حضرت نے ان کے حق میں دعا برکتِ اولاد فرمائی تھی، بموجب اس دعا کے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ علیہ پیدا ہوئے (تحفۂ اثنا عشریہ)

ع۵ اگرچہ یہ روایت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے فضائل سے متعلق ہے اور انکے ذکر مبارک میں آنی چاہیئے تھی مگر چونکہ فرزدق کے اشعار میں حب اہلبیت کا ذکر ہے لہٰذا اس باب میں ذکر کی گئی۔

امام الائمہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ
فَرْضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِیْ قُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ

اے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے محبت رکھنا اللہ نے قرآن میں جس کو اس نے اتارا ہے فرض قرار دیا ہے۔

کَفَاکُمْ مِّنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اَنَّکُمْ
مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ

تمہاری عظمت وشان کے لئے یہی بات کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی نہیں۔ نیز فرماتے ہیں ؎

اِذَا نَحْنُ فَضَّلْنَا عَلِیًّا فَاِنَّنَا
رَوَافِضُ بِالتَّفْضِیْلِ عِنْدَ ذِی الْجَھْلِ

جب ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کیا تو بیشک ہم بہ سبب بیان تفصیل کے جاہلوں کے نزدیک رافضی ہو گئے۔

وَفَضْلُ اَبِیْ بَکْرٍ اِذَا مَا ذَکَرْتُہٗ
رُمِیْتُ بِنَصْبٍ عِنْدَ ذِکْرِیْ لِلْفَضْلِ

اور جس وقت ہم فضائل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں تو اس وقت ہم پر ناصبی ہونیکی تہمت لگائی جاتی ہے۔

قَالُوْا تَرَفَّضْتَ قُلْتُ کَلَّا
مَا الرَّفْضُ دِیْنِیْ وَلَا اِعْتِقَادِیْ

جن جاہلوں نے مجھ کو کہا کہ تو رافضی ہو گیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ حاشا میرا دین اور میرا اعتقاد رافضیوں کا سا نہیں ہے۔

لٰكِنْ تَوَلَّيْتُ غَيْرَ شَكٍّ
خَيْرَ اِمَامٍ وَخَيْرَ هَادِي

لیکن اس میں شک نہیں کہ میں بہتر امام اور بہتر ہادی کے ساتھ دوستی و محبت رکھتا ہوں۔

اِنْ كَانَ رَفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّيْ رَافِضِيْ

اگر آل محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ بیشک میں رافضی ہوں (سیرت الشافعی ص۲۲)

ف:۔ حب آل مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم رفض نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں۔ حب آل مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم تو عین ایمان ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ بلکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تبرا کرنا رفض و گمراہی اور بے دینی ہے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ

حضرت ابوالحسن بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

اُحِبُّ النَّبِيَّ الْمُصْطَفٰى وَابْنَ عَمِّهٖ
عَلِيًّا وَسِبْطَيْهِ وَفَاطِمَةَ الزَّهْرَا

میں محبوب رکھتا ہوں نبی مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی اور انکی اولاد

اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم کو۔

هُمْ اَهْلُ بَيْتٍ اُذْهِبَ الرِّجْسُ عَنْهُمْ
وَاَطْلَعَهُمْ اُفُقَ الْهُدٰى اٰيَةً اَنْجُمًا زُهْرًا

یہی اہلبیت ہیں جن سے ہر قسم کی ناپاکی دور کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان ہدایت پر روشن ستارے بنا کر چمکایا ہے۔

وَمَوَالَاتُهُمْ فَرْضٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ
وَحُبُّهُمْ اَسْنَى الذَّخَائِرِ الْاُخْرٰى

اُن کی محبت فرض ہے ہر مسلمان پر، اور ان کی محبت بہترین اور بلند ترین ذخیرہ ہے آخرت کے لئے۔

وَمَا اَنَا لِلصَّحْبِ الْكِرَامِ بِمُبْغِضٍ
فَاِنِّيْ اَرَى الْبَغْضَاءَ فِيْ حَقِّهِمْ كُفْرًا

اور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والا نہیں ہوں کیونکہ میں ان سے بغض رکھنا کفر سمجھتا ہوں۔

هُمْ جَاهَدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ
وَهُمْ نَصَرُوْا دِيْنَ الْهُدٰى بِالظُّبَا نَصْرًا

انہوں نے اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کیا جیسا کہ اس کا حق تھا اور انہوں نے دین ہدایت کی ایسی مدد کی جیسا کہ اس کا حق تھا۔

عَلَيْهِمْ سَلَامُ اللّٰهِ مَا دَامَ ذِكْرُهُمْ
لَدَى الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى وَاَكْرِمْ بِهٖ ذِكْرًا (نور الابصار ص۱۲۶)

ان پر اللہ تعالےٰ کا سلام ہو جب تک ان کا ذکر ملأ اعلیٰ میں ہوتا رہے اور یہ ذکر کس قدر مکرم و معظم ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

فَلَا تَعْدِلْ بِاَهْلِ الْبَيْتِ خَلْقًا
فَاَهْلُ الْبَيْتِ هُمْ اَهْلُ السِّيَادَةِ

کہ اہل بیت کے ساتھ تم کسی مخلوق کو برابر نہ کرو کیونکہ اہل بیت ہی اہل سیادت ہیں

فَبُغْضُهُمْ مِنَ الْاِنْسَانِ خُسْرٌ
حَقِيْقِيٌّ وَحُبُّهُمْ عِبَادَةٌ

ان کی دشمنی انسان کے لئے خسران حقیقی ہے، اوران کی محبت والفت عبادت ہے۔

نورالابصار ۱۲۸

شاہ غلام علی صاحب فرماتے ہیں کہ مرزا مظہر جان جاناںؒ فرمایا کرتے تھے محبت اہل بیت موجب ایمان اور سرمایۂ بقائے تصدیق ایمان ہے میرا کوئی عمل سوائے ان حضرات کی محبت کے وسیلۂ نجات نہیں (ملفوظات)

حضرت شیخ امان پانی پتی شارح لوائح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں)

سرمایۂ درویشی پیش ما دو چیز است
تہذیبِ اخلاق و محبت خاندانِ پیغمبر
صلے اللہ علیہ وسلم ۔ (اخبار الاخیار ص۲۴۱)

کہ سرمایۂ درویشی میرے نزدیک دو چیزیں ہیں ایک تہذیب اخلاق دوسری محبت اہل بیت نبوت صلے اللہ وسلم

چنانچہ وہ اسی غلبۂ محبت اہل بیت کی وجہ سے سادات کرام کی بے حد تعظیم کرتے یہاں تک کہ بوقت درس و تدریس بھی اگر کسی سید لڑکے کو دیکھ لیتے،

اگرچہ وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہوتا تو احتراماً کھڑے ہو جاتے اور جب تک وہ نظروں کے سامنے رہتا کھڑے رہتے ہرگز نہ بیٹھتے اخبار الاخیار ص ۲۴۱

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے ارواح اہل بیت نبوت کو حظیرۃ القدس میں باتم وجہ واجمل وضع مشاہدہ کیا ہے، اور سمجھا کہ ان کو برا جاننے والا بڑے خطرے میں ہے (تفہیمات)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام سلسلے صوفیائے اہل سنت کے طریقت میں منتہی ہوتے ہیں ائمہ اہل بیت پر۔ لہٰذا یہ حضرات اہل بیت جمیع فرق اہل سنت کے پیر و مرشد ہیں، اور جاننا چاہیئے کہ اہلسنت کے نزدیک پیر و مرشد کی عظمت و وقعت کس مرتبے پر ہے۔ اور وہ پیروں سے کیسی عقیدت و محبت رکھتے ہیں کہ ان کے بغض و اہانت کو ارتداد طریقت جانتے ہیں تو انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ اس علاقہ سے اہل سنت کو اہل بیت نبوت سے کس قدر عقیدت و محبت ہوگی۔ لہٰذا بغض اہل بیت کی نسبت اہل سنت کی طرف کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے اور یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی نور کو ظلمت اور آفتاب کو تاریک کہے (تحفۂ اثنا عشریہ)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

دگوئیم چگو نہ عدم محبت اہل بیت بر حق	ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ گمان کیسے کیا جاتا ہے
اہل سنت گمان بردہ شود کہ آں محبت	کہ اہل سنت کو اہل بیت سے محبت نہیں
نزد ایں بزرگواراں جزو ایمان است	جبکہ یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزو ایمان
وسلامتیٔ خاتمہ راشیوخ آں نسبت	ہے اور خاتمہ کی سلامتی اس محبت کے راسخ ہونے پر

مربوط ساختہ اند .... محبت اہل بیت سرمایۂ اہل سنت است مخالفاں ازیں معنی غافل اند و از محبت ایشاں جاہل، جانب افراط را خود اختیار کردہ اند و ماورا افراط را تفریط انگاشتہ حکم بخروج نمودہ اند و مذہب خوارج انگاشتہ اندر۔ نہ دانستہ اند کہ درمیان افراط و تفریط حد بیست وسط کہ مرکز حق است و موطن صدق کہ نصیب اہلسنت گشتہ است
شَکَرَ اللّٰہُ تعالےٰ سَعْیَھُمْ

موقوف ہے۔ اہل بیت کی محبت تو اہلسنت کا سرمایہ ہے مگر مخالفین اس حقیقت سے غافل اور اہلبیت کی محبت متوسط سے جاہل ہیں انہوں نے جانب افراط کو اختیار کیا اور افراط کے ماسوا کو تفریط خیال کر کے خروج کا حکم لگا دیا اور سب کو خارجی سمجھ لیا، یہ نہیں جانتے کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک حد وسط ہے جو مرکز حق اور موطن صدق ہے جو اہل سنت کو نصیب ہوا ہے۔
شکر اللہ تعالےٰ سعیہم

(مکتوب شریف مکتوب ۳۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں حضرت عیسٰے علیہ السلام سے ایک مشابہت ہے۔ اُن سے یہود نے بغض کیا۔ یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ پر زنا کی تہمت لگائی۔ اور نصاریٰ ان کی محبت میں ایسے حد سے گزرے کہ ان کی خدائی کے معتقد ہو گئے، ہوشیار میرے حق میں بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے۔

مُحِبٌّ مُفْرِطٌ یُفْرِطُنِیْ بِمَا لَیْسَ فِیَّ وَمُبْغِضٌ یَحْمِلُہٗ شَنَاٰنِیْ عَلٰٓی اَنْ یَّبْھَتَنِیْ
(احمد۔ مشکوٰۃ ص۵۶۵)

ایک زیادہ محبت کرنے والا جو مجھے میرے مرتبہ سے بڑھائے اور حد سے تجاوز کرے گا دوسرا بغض رکھنے والا جو عداوت میں مجھ پر بہتان باندھے گا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں

يُحِبُّنِي اَقْوَامٌ حَتّٰى يَدْخُلُوا النَّارَ	بہت سی قومیں میری محبت میں غلو کرنیکی وجہ سے
فِي حُبِّي وَيُبْغِضُنِي اَقْوَامٌ حَتّٰى	اور بہت سی قومیں میرے ساتھ بغض رکھنے
يَدْخُلُوا النَّارَ فِي بُغْضِي	کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوں گی۔
	(الریاض النضرہ ص ۲۸۹/۲)

فائدہ۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ رافضی و خارجی دونوں گمراہی و ہلاکت کی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں کیونکہ رافضی حد سے بڑھا دیتے ہیں اور خارجی بغض و عناد رکھتے ہیں۔ صراط مستقیم پر اہلسنت ہیں جو نہ بغض رکھتے ہیں اور نہ حد سے بڑھاتے ہیں۔ بلکہ آپ کے مرتبہ و مقام کے مطابق آپ سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ خود شیعہ مذہب کی معتبر کتاب "نہج البلاغۃ" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بھی موجود ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

سَيَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ	میرے معاملے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہونگے
يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ	ایک محبت کرنے والا حد سے بڑھانے والا
وَمُبْغِضٌ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ	وہ محبت اس کو غیر حق کی طرف لے جائے گی، دوسرا
الْبُغْضُ اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ وَخَيْرُ	بغض رکھنے والا حد سے کم کرنے والا وہ بغض اس
النَّاسِ فِيَّ حَالًا النَّمَطُ	کو خلاف حق کی طرف لے جائے گا اور سب سے
الْاَوْسَطُ فَالْزَمُوْهُ	بہتر حال میرے معاملے میں درمیانی جماعت کا
وَالْزَمُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ	ہے پس اس درمیانی حالت کو اپنے لئے ضروری

فَاِنَّ یَدَ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ
وَاِیَّاکُمْ وَالْفُرْقَۃَ فَاِنَّ
الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ
لِلشَّیْطَانِ کَمَا اَنَّ
الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ
لِلذِّئْبِ
(نہج البلاغہ ص)

سمجھو۔ اور سواد اعظم بڑی جماعت (اہلسنت)
کے ساتھ وابستہ رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ اسی
جماعت پر ہے اور خبردار اس جماعت سے الگ
نہ ہونا کیونکہ جو انسان جماعت سے الگ ہوگا
وہ اسی طرح شیطان کا شکار ہو جائیگا جس
طرح گلے سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیے کا
شکار ہو جاتی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ آپکی محبت وہی باعث نجات ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہو اور پھر آپ نے یہ تصریح بھی فرمادی کہ میرے متعلق وہی عقیدہ و نظریہ رکھو جو سواد اعظم یعنی مسلمانوں کی بڑی جماعت کا ہے کیونکہ اس جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور اس جماعت سے علیحدگی ہلاکت و تباہی کا سبب ہے بلاشبہ سواد اعظم اہلسنت و جماعت ہیں اور وہی حق پر ہیں۔ الحمد للہ۔

فضائلِ اہلِ بیتِ اطہار

اہل بیت نبوت کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں۔ ان نفوس قدسیہ کی شان میں بہت سی آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند ہدیۂ ناظرین ہیں۔ فرمایا۔

(۱) اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ	اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے
عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ	گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرما دے
وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا (قرآن کریم)	اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اس آیۂ کریمہ میں چند باتیں قابل غور ہیں۔ اوّل یہ کہ اہلبیت سے یہاں کون مراد ہیں۔ دوم یہ کہ رجس (ناپاکی) سے کیا مراد ہے۔ سوم یہ کہ تطہیر کیا ہے۔

اس آیت کے سیاق و سباق پر نظر کی جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں۔ کیونکہ اس آیت سے پہلے یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ خطاب صریح طور پر موجود ہے اور "بُیُوت" کی نسبت وَقَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ اور وَاذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ بھی آیت ہذا سے پہلے اور بعد انہی کی طرف کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی قرآن میں اہلبیت کا اطلاق بیویوں پر ہوا ہے۔ سورۂ ہود میں فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اَتَعۡجَبِیۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ رَحۡمَتُ اللّٰہِ وَ بَرَکٰتُہٗ عَلَیۡکُمۡ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ۔ سورۂ طلاق میں مطلقہ عورت کے متعلق فرمایا

وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ سورۂ یوسف میں بھی بیت کی نسبت زلیخا کی طرف کرتے ہوئے فرمایا وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ اہل بیت سے مراد صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہی لیتے ہیں اور بعض لوگ اہل بیت سے مراد صرف حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا، حضرت علی مرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو لیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی. فاطمہ. حسن. حسین رضی اللہ عنہم کو اپنی چادر شریف میں کر یہ فرمایا اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا اور جب آپ حضرت فاطمہؓ کے مکان کے پاس سے گذرتے تو فرماتے اَلصَّلٰوةُ اَهْلَ الْبَيْتِ اور پھر آیت تطہیر پڑھتے. وغیرہ۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص طور پر ان کے لئے اہل بیت فرمانا اور آیۃ تطہیر پڑھنا اسی لئے تھا کہ کوئی ان کو اہل بیت سے خارج نہ سمجھے. اسی لئے مسلک حقہ یہی ہے کہ ازواج مطہرات اور حضرت علی فاطمہ. حسن. حسین اور دوسرے اقارب مثلاً حضرت عباس وجعفر وحمزہ رضی اللہ سب اہل بیت میں داخل ہیں

اذہاب رجس اور تطہیر۔	"رجس" کے مفہوم کو سمجھنے کیلئے آیات ذیل غور فرمائیں۔
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ (۷)	اے ایمان والو یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب (رجس) ناپاک ہیں، شیطانی کام ہیں۔

اس آیت میں شراب. جوئے. بتوں اور جوئے کے تیروں کو "رجس" فرمایا گیا ہے۔

اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا	مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا ہوا خون یا
اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ (۸/۵)	خنزیر کا گوشت کیونکہ وہ (رجس) سخت گندہ ہے
وَاُحِلَّتْ لَکُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی	اور تمہارے لئے چوپائے حلال کئے گئے سوائے
عَلَیْکُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ	انکے جنکا (حرام ہونا) تمہیں سنایا گیا ہے سو بچو
مِنَ الْاَوْثَانِ (۱۷/۱۱)	(رجس) بتوں (کے نام پر جانور ذبح کرنے) کی گندگی سے

ان دو آیتوں میں مردار بہتا ہوا خون. لحم خنزیر اور بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کو (رجس) فرمایا گیا ہے۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ	اور جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے تو
مَّرَضٌ فَزَادَتْہُمْ رِجْسًا	بڑھا دی اس (سورۃ) نے ان میں (رجس)
اِلٰی رِجْسِہِمْ (۱۱/۵)	پہلی پلیدی پر اور پلیدی۔
کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عَلَی	اسی طرح اللہ ان لوگوں پر ڈال دیتا ہے (رجس)
الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۸/۲)	ناپاکی جو ایمان نہیں لاتے۔
فَاَعْرِضُوْا عَنْہُمْ اِنَّہُمْ رِجْسٌ	سو ان (منافقوں) سے منہ پھیر لو کیوں کہ وہ
(۱۱/۲)	(رجس) ناپاک ہیں۔
وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا	اور وہ ڈال دیتا ہے (رجس) گندگی ان پر
یَعْقِلُوْنَ (۱۱/۱۵)	جو عقل و فہم سے کام نہیں لیتے۔

ان آیات میں نفاق. منافقین. گندگی اور ناپاکی کو "رجس" فرمایا گیا ہے۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْکُمْ مِّنْ	فرمایا (ہود علیہ السلام نے) واجب ہو گیا ہے

رَبِّکُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ (۸/۱۶) | تم پر تمہارے رب کیطرف سے (رجس) عذاب اور غضب۔

اس آیت میں عذاب الٰہی کو "رجس" فرمایا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شراب جوا، مردار، جاری خون، لحم خنزیر، بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور، منافقین اور منافقت، بے دینی و بے ایمانی، عذاب الٰہی وغیرہ پر رجس کا اطلاق ہوا ہے۔

آیت کے شروع میں اِنَّمَا ہے جو حصر کے لئے آتا ہے۔ اپنے ارادے سے جو قدیم ہے چاہا ہے کہ اہلبیت کو ان تمام برائیوں سے پاک رکھے اور ختم آیت پر تَطْهِیْرًا مبالغہ کے لئے فرمایا تاکہ طہارت کامل حاصل ہو اور مجاز کا شک رفع ہو جائے۔ پھر تَطْهِیْرًا کی تنوین تعظیم و تکثیر کے لئے ہے یعنی معمولی طہارت نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ عمدہ اور اعلیٰ طہارت ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اہلبیت کرام کو ان تمام اعتقادی و عملی ناپاکیوں اور برائیوں سے بالکل پاک اور منزہ فرما کر قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیہ ظاہر و باطن کا وہ اعلیٰ مقام عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز و فائق ہیں۔ اس طہارت کامل کے حصول کے بعد وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم نہیں ہاں محفوظ ضرور ہو گئے گویا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان حضرات کو یہ باطنی خلافت عطا ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ معدن ولایت اور مرجع سلاسل اولیاء امت ہوئے ہے

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بغرض مناظرہ حاضر ہوا۔ انہوں نے آکر عرض کیا کہ آپ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کے رسول اور اس کے کلمہ ہیں جو کنواری بتول مریم کی طرف القا کئے گئے تھے۔ انہوں نے کہا وہ تو اللہ کے بیٹے ہیں۔ فرمایا وہ کیسے؟ انہوں نے کہا آپ نے کوئی ایسا بندہ بھی دیکھا ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو؟ فرمایا اگر یہی دلیل ان کے ابن اللہ ہونے کی ہے تو پھر آدم علیہ السلام کے متعلق تمہیں بدرجۂ اولیٰ یہ عقیدہ رکھنا چاہیئے کیونکہ وہ تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے تھے اور عیسےٰ علیہ السلام کی تو پھر بھی والدہ تھیں، باوجود اس کے کہ ان کے پاس کوئی معقول جواب نہیں تھا محض ہٹ دھرمی کرتے ہوئے جھگڑنے لگے تو آپ نے ان کو دعوت مباہلہ دی۔ اَللہُ تعالےٰ نے فرمایا۔

(۲) فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَ اَبْنَاءَ كُمْ وَ نِسَاءَ نَا وَ نِسَاءَ كُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

میرے حبیب! ان سے فرما دیجیئے کہ آؤ ہم اور تم بلائیں اپنے اپنے بیٹوں کو اور اپنی اپنی عورتوں کو اور اپنی اپنی جانوں کو، پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

انہوں نے تین دن کی مہلت مانگی ... [illegible]

کرا در اپنے بڑے بڑے پادریوں کو ساتھ لے کر آئے، اِدھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس شان سے تشریف لائے کہ گود میں بائیں طرف شہید کربلا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور دائیں طرف آپ کا دست مبارک پکڑے ہوئے امام حسن رضی اللہ عنہ ہیں، خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا اور فاتح خیبر شیر خدا حضرت مرتضےٰ رضی اللہ عنہما دونوں پیچھے پیچھے ہیں اور حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم ان سے فرما رہے تھے کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین، آمین کہنا، پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کے دربار میں عرض کیا۔

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ — اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

عیسائیوں کے سب سے بڑے پادری نے جب یہ حسین و بلیغ منظر دیکھا تو پکارا اے عیسائیو!

اِنِّی لَاَرٰی وُجُوْھًا لَوْ سَأَلُوا اللّٰہَ اَنْ یُّزِیْلَ جَبَلًا لَاَزَالَہٗ مِنْ مَّکَانِہٖ فَلَا تُبَاھِلُوْا فَتَھْلِکُوْا وَلَا یَبْقٰی عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ نَصْرَانِیٌّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَقَالُوْا یَا اَبَا الْقَاسِمِ قَدْ رَأَیْنَا اَنْ لَّا نُبَاھِلَکَ وَاَنْ نَّتْرُکَکَ عَلٰی دِیْنِکَ وَتَتْرُکَنَا عَلٰی دِیْنِنَا

بیشک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے سوال کریں کہ وہ پہاڑوں کو انکی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ انکی دعا سے پہاڑوں کو انکی جگہ سے ہٹا دے گا خدا کیلئے ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا پس انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا اے ابوالقاسم ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے آپ اپنے دین پر رہیں۔ اور ہمیں ہمارے دین پر رہنے دیں، پھر انہوں نے جزیہ وغیرہ دینے پر صلح کرلی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم عذاب الٰہی ان کے قریب آگیا

تھا اگر مباہلہ ہوجاتا تو یہ سب بندر اور سؤر بن جاتے۔ اور ان کا جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران کے چرند و پرند تک نیست و نابود ہوجاتے۔

(تفسیر کبیر ص۴۸۸ و خازن و مدارک ص۲۴۲)

یہ آیت اہلبیت نبوت کی عظمت و شان کی بہت بڑی دلیل ہے لیکن اس آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تھیں اگر ان کے علاوہ اور بھی ہوتیں تو وہ بھی مباہلہ میں شریک ہوتیں۔ نیز اگر صحابہ کرام بھی کسی عظمت و شان کے مالک ہوتے تو حضور ان کو بھی ساتھ لاتے۔ بالکل غلط، جہالت اور مبنی پر عداوت ہے۔ اس لئے کہ یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں چنانچہ شیعہ مذہب کی مشہور و معروف کتب مثلاً نہج البلاغۃ۔ اصول کافی حیات القلوب۔ تحفۃ العوام وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَھْلِ الْعِلْمِ رہا یہ کہ پھر وہ مباہلہ میں شریک کیوں نہیں ہوئیں تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ ان کا انتقال ہوچکا تھا۔ حضرت رقیہ کا ۲ھ میں اور حضرت زینب کا ۸ھ میں اور حضرت ام کلثوم کا ۹ھ میں انتقال ہوا اور مباہلہ ۱۰ھ کا ہے رضی اللہ عنہن۔

اور یہ کہنا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو ساتھ نہیں لائے تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ میں اپنے صحابہ کو ساتھ نہیں لائے تو اس میں ایک بہت بڑی حکمت تھی اگرچہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اپنے

اپنے بیٹوں کے ساتھ مباہلہ میں تشریف لائے. چنانچہ حضرت امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ اسی آیت مباہلہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فجاء بابی بکر و ولدہ وبعمر و ولدہ وبعثمان و ولدہ وبعلی و ولدہ

پس حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی اپنے اپنے بیٹوں کے ساتھ تشریف لائے

(ابن عساکر. تفسیر درمنثور ج۲ ص۴۰)

یہ تو خود اہلبیت نبوت کے گھر کی شہادت ہے. اگر کوئی اس کو بھی نہ مانے تو سوال یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کی دس سالہ زندگی میں کفار ومشرکین کے ساتھ جتنی بھی جنگیں ہوئیں. ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کن لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر کفار کے مقابلے میں نکلتے رہے ؟ ساری دنیا کے حقیقت پسند لوگوں کو اس کا اعتراف ہے کہ وہ آپ کے صحابہ کرام ہی تھے جنہوں نے بڑے بڑے معرکوں میں وہ بیمثال قربانیوں اور جانثاریوں کا مظاہرہ کیا جس کی تاریخ دنیا میں مثال نہیں ملتی. آج بھی تاریخ اسلام کے صفحات ان کے عظیم الشان کارناموں سے جگمگا رہے ہیں اگر ان نفوس قدسیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ میں ساتھ نہیں لے گئے تو اس سے ان کی توہین وتنقیص کا کوئی پہلو نہیں نکلتا اور نہ ہی ان کی عظمت وشان میں کوئی فرق آتا ہے۔

بلکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف اپنی اہلبیت کو لے جانا آپ کی نبوت کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے. اس طرح کہ وہاں جھوٹوں کیلئے لعنت وہلاکت کی بددعا ہونی تھی اور اگر آپ صرف اپنے صحابہ کو ساتھ لے جاتے تو عیسائی یہ کہہ سکتے تھے کہ شاید ان کو عذاب الٰہی اور اپنی ہلاکت کا خوف ہے اس لئے اپنے بچوں

کو نہیں لائے اور ان کو بچالیا۔ حالانکہ ان کے رب کا حکم ہے
اس لئے آپ صرف اپنی اولاد کو ہی میدان مباہلہ میں لائے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ کو اپنی نبوت و صداقت پر پورا پورا الیقین ہے اگر ادنیٰ سا شبہ بھی ہوتا تو اپنے اور اپنے بچوں کے لئے لعنت و ہلاکت کی دعا کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ عیسائیوں کو اپنے عقیدہ کی سچائی پر یقین نہیں تھا ورنہ وہ کبھی مباہلہ سے اعراض نہ کرتے۔

(۳) اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ

(تفسیر دُرِّ منثور ص ۲۹۳/۲)

سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا مددگار تو اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں در اں حالیکہ وہ رکوع کرنے والے یا خشوع و خضوع کرنے والے ہیں۔

اس آیت کے شان نزول اور کس کے حق میں یہ نازل ہوئی اس میں شیعہ و سنی کا اختلاف ہے شیعہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی جب کہ انہوں نے بحالت رکوع اپنی انگوٹھی ایک سائل کو عطا فرمائی تھی۔

اہلسنت کہتے ہیں کہ یہ آیت مہاجرین و انصار کے حق میں نازل ہوئی اور حضرت علی بھی ان میں سے ہیں اور آیت میں جمع کے صیغے اس کے مؤید ہیں۔

نیز شیعہ اس آیت سے حضرت علی کی خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اِنَّمَا کلمہ حصر کا ہے اور وَلِیُّ بمعنے متصرف درامور ہے، اور یہ تصرف عام ہے یعنی سب مسلمانوں میں تصرف کرنا مراد ہے جو امامت کے مساوی ہے اور یہ ولایت اللہ اور اس کے رسول کی ولایت سے ملی ہوئی ہے پس حضرت علی کی ولایت و امامت ثابت ہوئی اور بسبب فائدہ حصر کے غیر کی یعنی خلفاء ثلثہ کی امامت کی نفی ثابت ہوئی۔

اہلسنت وجماعت نے اس کا نہایت نفیس اور مسکت جواب دیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر اس دلیل کو اِنَّمَا کلمہ جو مفید حصر ہے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر کی امامت کی نفی ہوتی ہے تو اسی دلیل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد والے ائمہ کی امامت کی بھی تو نفی ہوگی۔ اس سے اگر اہلسنت کے تین اماموں کی امامت جاتی ہے تو شیعوں کے گیارہ اماموں کی امامت جاتی ہے۔ فما جوابکم فھو جوابنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

(۴) اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ (قرآن کریم) وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ عَلٰی صَدْرِہٖ فَقَالَ اَنَا الْمُنْذِرُ ثُمَّ اَوْمَاَ اِلٰی مَنْکِبِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَقَالَ اَنْتَ الْھَادِیْ اَلْمُھْتَدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ

سوائے اس کے نہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے لئے ہادی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ پر دست مبارک رکھا اور فرمایا کہ میں منذر ہوں اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اے علی! تو ہادی ہے۔ اور میرے بعد راہ پانے والے تجھ سے راہ پائیں گے۔

(تفسیر درمنثور ج۴ ص۴۵، کنز الاعمال ج۶ ص۱۵۷، تفسیر کبیر ج۵ ص۱۹۰)

یعنی ولایت کے سلسلے تجھ سے جاری ہوں گے اور امت کے اولیاء و علما اور اغواث و اقطاب تجھ سے فیض حاصل کریں گے اور آگے اپنے مریدوں کو فیض پہنچائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہو گئے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مع صحابہ کرام بیمار پرسی کو تشریف لائے تو صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہارے فرزند بیمار ہیں، تم اللہ کے لئے کوئی نذر مانو چنانچہ حضرت علی اور حضرت سیدہ خاتونِ جنت اور آپ کی لونڈی فضہ سب نے تین روزوں کی نذر مانی، دونوں شہزادے اللہ کے فضل و کرم سے صحتیاب ہوئے تو تینوں نے روزے رکھے۔ جس دن روزہ رکھا اس دن گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ شمعون خیبری یہودی کے پاس گئے اور چند سیر جَو بطور قرض لائے۔ سیدہ نے اس میں سے کچھ جَو چکی میں پیسے اور گھر کے پانچ آدمیوں کے حساب سے شام کی روٹیاں پکائیں اور افطار کے وقت لاکر سامنے رکھیں۔ ابھی لقمہ لے کر منہ میں نہ ڈالا تھا کہ دروازے پر آکر ایک فقیر نے سوال کیا کہ سلامتی ہو تم پر اے اہل بیت رسول اللہ! میں ایک مسکین مسلمان تمہارے دروازے پر آیا ہوں۔ مجھے کھانا دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے خوانوں پر کھلائے گا! یہ سن کر ان مقدس حضرات نے وہ ساری روٹیاں اس مسکین سائل کے حوالے کر دیں اور خود پانی پی کر سو رہے۔ دوسرے روز پھر روزہ رکھا۔ اسی طرح کچھ جَو پیس کر شام کو کھانا تیار کیا۔ افطار کے وقت ایک یتیم آگیا۔ وہ روٹیاں اس کو دے دیں اور پانی پی کر تیسرے دن کا بھی روزہ رکھ لیا

تیسرے دن ایک غلام آیا، اور ساری روٹیاں اس کے حوالے کر دیں چوتھے روز صبح کو جو اٹھے تو شدت بھوک اور ضعف سے چلنے پھرنے کی طاقت نہ تھی حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین رضی اللہ تعالے عنہما کو دیکھنے کیلئے تشریف لائے۔ اس وقت حضرت سیدہ نماز پڑھ رہی تھیں حضور نے ان سب کی حالت دیکھی تو بہت بے قرار ہوئے۔ یہاں تک کہ آنکھیں اشکبار ہوگئیں، آپ نے صبر کی تلقین فرمائی اس وقت جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا اے اہلبیت رسول اللہ تمہیں مبارک ہو کہ تمہاری شان میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے؎

(۵) یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ	(یہ ہیں وہ لوگ) جو اپنی نذر پوری کرتے
یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ہ	ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس
وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ	کی سختی پھیل پڑے گی، اور کھانا کھلاتے
مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ہ	ہیں اس کی محبت پر مسکین و یتیم اور اسیر
اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ	کو اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص
لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً	اللہ کی رضا حاصل کرنے کو کھلاتے ہیں
وَّلَا شُکُوْرًا ہ اِنَّا نَخَافُ	تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں چاہتے
مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ہ	بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن
فَوَقٰھُمُ اللّٰہُ شَرَّ ذٰلِکَ	کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے
الْیَوْمِ وَلَقّٰھُمْ نَضْرَۃً وَّ	تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا
سُرُوْرًا ہ وَجَزٰھُمْ	اور انہیں تازگی اور شادمانی عطا فرمائی

؎ تفسیر کبیر ص۲۴۷، خازن و مدارک ص۳۴۲، الریاض النضرہ ص۲۰۲ تفسیر روح البیان ص۵۴۶)

بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيرًا ۝
مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ
لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا
وَّلَا زَمْهَرِيرًا ۝ وَدَانِيَةً
عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَ
ذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝
وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ
مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ
قَوَارِيرَا ۝ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ
قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝
وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا
كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ۝
عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ۝
وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ
مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ
حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝
وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ
نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝
عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ

اور ان کے صبر کا انہیں جنت اور ریشمی
کپڑے صلے میں دیے جنت میں تختوں پر
تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور وہاں دھوپ
اور ٹھٹھر نہ دیکھیں گے اور بہشتی درختوں کے
سائے ان پر چھائے ہوئے ہوں گے۔
اور ان کے میووں کے گچھے جھکا کر نیچے کر
دیئے گئے ہوں گے اور ان پر چاندی کے
برتنوں اور آب خوروں کا دور ہوگا جو
شیشے کے مثل ہو رہے ہوں گے
کیسے شیشے چاندی کے ساقیوں نے
انہیں پورے اندازے پر رکھا ہوگا
اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے
جس کی ملونی ادرک ہوگی، وہ ادرک
کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے
سلسبیل کہتے ہیں ۔ اور ان کے
اردگرد خدمت میں پھریں گے
ہمیشہ رہنے والے حسین لڑکے، جب تو
انہیں دیکھے گا تو گمان کرے کہ موتی ہیں
بکھرے ہوئے، اور جب تو دیکھے تو دیکھے

خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْٓا — ایک نعمت اور سلطنت بڑی انکے بدن پر ہونگے
اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰهُمْ — کریب کے سبز کپڑے اور گاڑھے ریشم کے اور
رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ — انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائینگے اور پلائے گا
اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ — انکو انکا رب پاک شراب اور انسے کہا جائیگا کہ
جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ — یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری محنت خوب ٹھکانے لگی

(۷) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں نبی (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا رسول اللہ۔

قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ — بیشک اللہ تعالےٰ نے ہمیں سکھادیا ہے کہ
فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ قُوْلُوْا — آپ پر سلام کسطرح پڑھیں اب آپ فرمائیں
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ — کہ ہم آپ پر درود کسطرح پڑھیں ؟ تو فرمایا تم
مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ — یوں کہو اے اللہ درود بھیجو حضرت محمد اور آل
وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ — آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا حضرت ابراہیم
مَّجِيْدٌ (مشکوٰۃ صـ۸۶) — اور ان کی آل پر بیشک تو حمید و مجید ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم درود میں اپنے ساتھ اپنے اہلبیت کو بھی اپنی تبعیت میں ملایا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

لَا تُصَلُّوْا عَلَيَّ الصَّلٰوةَ الْبَتْرَاءَ — مجھ پر کٹا ہوا درود نہ بھیجا کرو بے جا

تَقَالُوْا وَمَا الصَّلٰوۃُ الْبَتْرَاءُ ؟	نے عرض کیا کٹا ہوا درود کیا ہے ؟ فرمایا
قَالَ تَقُوْلُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ	صرف یہ کہنا اللھم صل علی محمد۔ بلکہ یوں کہا کرو
وَتَمْسِکُوْنَ بَلْ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ	اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد یعنی آل کا نام لیے بغیر
علی محمد وعلی آل محمد (الصواعق المحرقہ ص۱۴۴)	پڑھنا کٹا ہوا اور آل کے نام کیساتھ پڑھنا پورا درود ہے
(۷) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ	اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے
اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ	رسولوں پر بس وہی لوگ صدیق و شہید ہیں
عِنْدَ رَبِّھِمْ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ	انکے لئے انکے رب کے پاس انکا اجر و نور ہے

بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیۂ کریمہ خصوصاً آٹھ صحابۂ کرام کی شان میں نازل ہوئی جن میں ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں۔

(تفسیر کبیر ج۸ ص۹۵ و تفسیر خازن ج۴ ص۲۳۰)

(۸) اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ	تو کیا وہ شخص کہ مومن ہے وہ اس جیسا ہو
فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ (قرآن کریم)	جائیگا جو فاسق ہے ؟ نہیں وہ برابر نہیں ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مومن سے مراد حضرت علی ہیں اور فاسق سے مراد ولید بن عتبہ ہے ان دونوں کا آپس میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ تو ولید نے حضرت علی سے کہا کہ چپ رہو کیونکہ تم ابھی بچے ہو اور میں جہاندیدہ۔ زبان دراز۔ اور نیزہ چلانے میں تم سے زیادہ تیز اور تم سے زیادہ بہادر ہوں حضرت علی نے فرمایا خاموش رہ کیونکہ تو فاسق ہے ۔ مراد یہ تھی کہ جن باتوں پر تو ناز کرتا ہے ان میں کوئی بات بھی قابل مدح نہیں۔ انسان کا شرف ایمان و تقوی میں ہے جسے یہ دولت میسر نہیں وہ بدنصیب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی

کہ وہ فاسق مردود ہے اور علی مومن ومقبول ہیں، لہٰذا ان میں برابری کسطرح ہوسکتی ہے؟

(تفسیر خازن ص ۴۰۴ ج ۳ والریاض النضرہ ص ۲۰۷ ج ۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تم دعا کرو کہ اے اللہ! مجھے اپنی بارگاہ سے عہد عطا فرما اور مجھے اپنے نزدیک مستحق محبت بنالے اور مومنوں کے دل میں بھی میری محبت ڈال دے۔ حضرت علی نے دعا کی تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی۔

(۹) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (تفسیر درمنثور ص ۲۸۷ ج ۴)

بیشک وہ لوگ کہ ایمان لائے اور عمل کیے اچھے تو پیدا کرے گا رحمٰن ان کے لئے (لوگوں کے دلوں میں) محبت

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

لَا یَبْقٰے مُؤْمِنٌ اِلَّا وَفِیْ قَلْبِہٖ وُدٌّ لِعَلِیٍّ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ۔

کہ کوئی مومن ایسا باقی نہیں رہیگا جس کے دل میں حضرت علی اور آپکے اہلبیت کی محبت نہ ہوگی

(زرقانی علے المواہب ص ۱۴ ج ۷ الصواعق المحرقہ ص ۱۷۰ الریاض النضرہ ص ۲۰۷ ج ۲)

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شب ہجرت حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اپنے بستر مبارک پر سلا کر چلے گئے تو اللہ تعالےٰ نے حضرت جبرائیل ومیکائیل سے فرمایا کہ دیکھو علی میرے حبیب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر جان فدا کر رہا ہے جاؤ! جا کر ساری رات اس کی حفاظت کرو! چنانچہ بحکم پروردگار دونوں فرشتے آئے۔

فَکَانَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عِنْدَ

جبریل علیہ السلام سر کی طرف اور میکائیل پاؤں

راسہ و میکائیل عند رجلیہ	کی طرف کھڑے ہو گئے اور جبریل امین
وجبریل ینادی بخ بخ من مثلک	بلند آواز سے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے
یا ابن ابی طالب یباھی اللہ بک	کہتے تھے اے ابن ابی طالب آج تیرے جیسا
الملئکۃ ونزلت الآیۃ	کون ہے۔ اللہ تعالےٰ تم پر فخر کرتا ہے فرشتوں
(۱۰) ومن الناس من یشتری	کے سامنے اور یہ آیت نازل ہوئی۔
نفسہ ابتغاء مرضاۃ اللہ	اور لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو بیچتا ہے
(تفسیر کبیر ص۱۹۵ ج۲۔ احیاء العلوم ص)	اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے
(۱۱) مرج البحرین یلتقیان (قرآن)	اس نے چلائے دو دریا جو مل کر چلتے ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فی قولہ تعالیٰ مرج البحرین	کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں دو دریاؤں
یلتقیان قال ھو علی و فاطمۃ	سے مراد حضرت علی اور حضرت فاطمہ ہیں (رضی اللہ
ویخرج منھما اللؤلؤ	عنہا) اور نکالتا ہے ان میں سے موتی
والمرجان قال الحسن	اور مونگا، وہ حسن و حسین ہیں ـــ
والحسین (تفسیر درمنثور ص۱۴۳ ج۶)	(رضی اللہ عنہما)
(۱۲) سلام علیٰ الیاسین (قرآن)	سلام ہو الیاسین پر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

سلام علی الیاسین قال نحن ال محمد	کہ سلام ہو الیاسین پر یعنی وہ
ال یاسین	آل یاسین ہم آل محمد ہی ہیں۔

(ابن ابی حاتم، طبرانی درمنثور ص۲۸۶ ج۵)

ف: بعض نے سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یٰسِیْن بھی پڑھا ہے لہٰذا مطلب صاف ہے کیونکہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اسم مبارک یٰسین ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نَقَدْ نَقَلَ جَمَاعَۃٌ مِّنَ الْمُفَسِّرِیْنَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِکَ سَلَامٌ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (الصواعق المحرقہ ص۱۴۶)

کہ مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آل یٰسین سے آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔

(۳) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ (قرآن کریم)

اے مومنو (اپنے اوپر) مت حرام کرو وہ پاک اشیاء جن کو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے

ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے حالات بیان فرمائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اور بعض صحابہ کرام نے عہد کیا کہ دنیا چھوڑ کر راہب بن جائیں اور ٹاٹ پہنیں، ہمیشہ روزہ رکھیں، شب بیداری کریں بستر پر نہ لیٹیں، گوشت نہ کھائیں عورتوں کے قریب نہ جائیں خوشبو لگانا چھوڑ دیں۔ اسوقت یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی (ابن کثیر، خازن، مدارک صفحہ ۴۸۷/۱ درمنثور ص ۳۰۸/۲)

(۴) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (قرآن کریم)

اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور متفرق نہ ہو

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

نَحْنُ حَبْلُ اللّٰہِ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ فِیْہِ (الصواعق المحرقہ ص۱۴۹)

وہ اللہ کی رسی ہم اہلبیت ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے

(۱۵) وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا (قرآن)

اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لئے اس میں اور خوبی بڑھاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً قَالَ الْمَوَدَّةُ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور جو کوئی نیک کام کرے یعنی آل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرے

(احمد الصواعق المحرقہ ص۱۶۸)

(۱۶) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ (قرآن)

اے ایمان والو جب تم رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی راز و نیاز کی بات کرنا چاہو تو بات کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ بعض مالدار لوگ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر غیر اہم باتوں میں سرگوشیاں کرتے ہوئے اتنا وقت لے لیتے کہ دوسروں کو خصوصاً فقراء و مساکین کو مستفید ہونے کا موقع کم ملنے لگا اس پر یہ حکم نازل کیا گیا کہ راز و نیاز کی باتوں سے پہلے صدقہ و خیرات دیا کرو۔ اس سے ایک تو یہ فائدہ ہوگا کہ فقراء و مساکین کی خدمت ہو جائے گی اور مالداروں کے نفس کا تزکیہ ہوگا اور اجر و ثواب ملے گا۔ دوسرا وہ سمجھ جائیں گے کہ زیادہ سرگوشیاں کرنا اللہ تعالےٰ کو پسند نہیں اسی لئے یہ قید لگائی گئی ہے۔ چنانچہ اس حکم پر صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عمل کیا ایک دینار صدقہ کر کے دس مسائل دریافت کئے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ،

مَا الْوَفَاءُ؟ قَالَ التَّوْحِيْدُ وَالشَّهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، قُلْتُ مَا الْفَسَادُ؟ قَالَ اَلْكُفْرُ وَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ، قُلْتُ مَا الْحَقُّ؟ قَالَ الْاِسْلَامُ وَالْقُرْاٰنُ وَالْوِلَايَةُ اِذَا انْتَهَيْتَ اِلَيْكَ قَالَ مَا الْحِيْلَةُ؟ قَالَ تَرْكُ الْحِيْلَةِ قُلْتُ مَا عَلَيَّ؟ قَالَ طَاعَةُ اللّٰهِ وَطَاعَةُ رَسُوْلِهٖ! قُلْتُ وَكَيْفَ اَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰى؟ قَالَ بِالصِّدْقِ وَالْيَقِيْنِ، قُلْتُ مَاذَا اَسْأَلُ اللّٰهَ؟ قَالَ الْعَافِيَةَ، قُلْتُ وَمَا اَصْنَعُ لِنَجَاةِ نَفْسِيْ؟ قَالَ كُلْ حَلَالًا وَقُلْ صِدْقًا؟ قُلْتُ مَا السُّرُوْرُ؟ قَالَ الْجَنَّةُ قُلْتُ وَمَا الرَّاحَةُ؟ قَالَ لِقَاءُ اللّٰهِ! فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا نَزَلَ نَسْخُهَا

(مدارک وخازن ص ۲۴۲)

وفاء کیا ہے ؟ فرمایا توحید اور گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں! عرض کیا فساد کیا ہے ؟ فرمایا اللہ کے ساتھ کفر و شرک! عرض کیا حق کیا ہے ؟ فرمایا اسلام اور قرآن اور ولایت جب تجھے ملے! عرض کیا حیلہ کیا ہے ؟ فرمایا ترکِ حیلہ! عرض کیا مجھ پر کیا لازم ہے ؟ فرمایا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت! عرض کیا۔ اللہ تعالے سے کیسے دعا مانگوں ؟ فرمایا صدق و یقین کے ساتھ! میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں ؟ فرمایا عافیت! عرض کیا اپنی نجات کے لئے کیا کروں ؟ فرمایا حلال کھا اور سچ بول! عرض کیا سرور کیا ہے ؟ فرمایا جنت عرض کیا راحت کیا ہے ؟ فرمایا اللہ کا دیدار۔ فرماتے ہیں جب میں ان سوالات سے فارغ ہوا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن میں یہ ایک آیت ایسی ہے۔

مَا عَمِلَ بِهَا اَحَدٌ قَبْلِيْ وَلَا يَعْمَلُ بِهَا اَحَدٌ بَعْدِيْ (مدارک وخازن ص ۲۴۲)

کہ اس پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ کوئی میرے بعد کرے گا!

۱۷) اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (قرآن مجید) — اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اس کی جو تم میں صاحب امر ہو۔

حضرت عبدالغفار بن قاسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اولی الامر کون ہیں؟

فَقَالَ کَانَ عَلِیٌّ وَاللّٰهِ مِنْهُمْ (خوارزمی) — تو فرمایا علی رضی اللہ عنہ انہی میں سے تھے

۱۸) فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (قرآن) — تو پوچھو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے ہو،

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ نَحْنُ اَهْلُ الذِّکْرِ — کہ حضرت علی ابن ابی طالب نے فرمایا ہم اہل ذکر ہیں

۱۹) وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (قرآن) — (اے حبیب) عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دیگا کہ آپ راضی ہوں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ

مِنْ رِضٰی مُحَمَّدٍ اَنْ لَا یَدْخُلَ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهِ النَّارَ۔ (تفسیر در منثور صفحہ ۳۷۹ صواعق محرقہ صفحہ ۱۵۹) — حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے اہلبیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَا یَدْخُلَ النَّارَ — میں نے اپنے رب تعالٰے سے سوال کیا کہ

اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ فَاَعْطَانِیْ ذَالِکَ — وہ میرے اہلبیت میں سے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالے تو اللہ تعالٰے نے مجھے یہ عطا فرما دیا۔

(الصواعق المحرقہ ص۱۵۷)

احادیث

آیات قرآنی کے بعد احادیث مبارکہ بہ ترتیب ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں پہلے وہ احادیث مبارکہ پیش کی جائیں گی جن کا تعلق امیرالمومنین مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل سے ہے ان کے بعد وہ احادیث جن کا تعلق سیدۃ نساء اہل الجنۃ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد امجاد سے ہے

وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیم

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں ؟ (مطلب یہ تھا کہ میرے جیسے بہادروں کو میدان جہاد میں جا کر دشمنوں کے سامنے خدا داد قوت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے) تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَمَا تَرضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (بخاری ومسلم) — کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جاؤ جیسے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے نزدیک تھے سوائے نبوت کے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں

عورتوں اور بچوں کی حفاظت ونگرانی پر ایسے ہی شخص کو مقرر کیا جاسکتا ہے جو بہادر ہونے کے علاوہ قریبی عزیز اور عورتوں میں آجاسکتا ہو ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بسبب بہادر اور داماد ہونے کے اس کے زیادہ مستحق تھے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہی مقرر فرمایا چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کوہ طور پر تشریف لے جاتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا کر قوم کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہہ دے کر فرمایا کہ جو مقام حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ کی بارگاہ میں تھا وہی مقام تمہارا ہماری بارگاہ میں ہے۔ رہا اس تشبیہہ سے حضرت علی کے لئے خلافت بلافصل ثابت کرنا تو وہ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ظاہری حیات ہی میں انتقال فرما گئے تھے۔ اگر وہ زندہ رہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد خلیفہ بنے ہوتے تو البتہ کسی حد تک یہ تشبیہہ قابل استدلال ہوتی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد حضرت یوشع بن نون آپ کے خلیفہ ہوئے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تشبیہہ صرف اس بات میں ہے کہ جس طرح ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے بھائی۔ مددگار اور ان کی زندگی میں ان کے کوہ طور جاتے وقت ان کی غیر حاضری میں ان کے خلیفہ تھے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور علیہ السلام کے بھائی۔ آپ کے مددگار اور آپ کی ظاہری زندگی میں غزوۂ تبوک کے موقعہ پر آپ کی غیر حاضری میں مدینہ منورہ میں خلیفہ ونائب تھے۔ اور چونکہ ہارون علیہ السلام نبی تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر فرما دیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ کوئی اس سے حضرت علی کے نبی ہونے کا استدلال نہ کرے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ (ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۵۶۴)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور علی ہر مومن کا دوست و مددگار ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمَنْ اَطَاعَ عَلِیًّا فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی عَلِیًّا فَقَدْ عَصَانِیْ

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے علی کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

(المستدرک حاکم ص۱۲۱، الریاض النضرہ ص۲۲۰ ج۲)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِیًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰہَ (زرقانی ص۲۴۲، مستدرک ص۱۳۰)

جس نے علی کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا

(الریاض النضرہ ص۲۱۸ ج۲)

براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم میں قیام پذیر ہوئے تو آپ نے حضرت علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر دو مرتبہ فرمایا تم نہیں جانتے ہو کہ میں ہر مومن کے نزدیک اسکی جان سے زیادہ عزیز و پیارا اور بہتر ہوں؟ سب نے کہا ہاں!

فَقَالَ اَللّٰھُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ فَلَقِیَہٗ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَہٗ ھَنِیْئًا یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَوْلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ

(احمد۔ مشکوٰۃ ص۵۶۵)

تو فرمایا اے اللہ! جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے۔ اے اللہ اس سے محبت رکھ جو علی سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے اس واقعہ کے بعد حضرت علی حضرت عمر سے ملے تو حضرت عمر نے فرمایا اے ابن ابی طالب تم صبح و شام خوش رہو اور تمہیں ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت کا دوست اور محبوب ہونا مبارک ہو!

بعض لوگ اس حدیث سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہوئے عجیب مضحکہ خیز باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبریل امین نے بار بار نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ حضرت علی کی خلافت و ولایت کا اعلان کیجیئے مگر آپ ڈرتے تھے اور ان وجوہات کی بنا پر اعلان نہیں کرتے تھے کہ ایک تو لوگ یہ کہیں گے کہ اپنے داماد کے لئے ایسا کرتے ہیں اور دوسرا آپ کو اندیشہ تھا کہ لوگ منافق ہیں وہ مانیں گے نہیں (معاذ اللہ) آخر جبریل نے یہ آیت سنائی۔

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ کہ اے رسول جو آپ کے رب نے آپ کی طرف اتارا ہے اس کو پہنچا دیجئے۔ تو آپ نے "غدیرخم" کے موقعہ پر اعلان فرمایا مَن کنت مولاہ تو یہ اللہ کے حکم سے حضرت علی کی خلافت کا اعلان تھا کہ میرے بعد یہ خلیفہ ہوں گے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ کسی دشمن ایمان و اسلام کی من گھڑت بات ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ اللہ تعالے

اور اس کے رسول برحق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسا ناپاک الزام و بہتان ہے (العیاذ باللہ) جس کا کوئی ایمان والا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ پوری آیہ کریمہ میں غور فرمائیے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكَافِرِیْنَ	اے رسول جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اتارا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو پھر آپ نے اسکی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائیگا اور بیشک اللہ کافر قوم کو آپ کے مقابلہ میں کامیابی کی) راہ نہیں دکھائے گا۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے اللہ کے کسی حکم کو کسی کے خوف سے چھپایا یا اس کے پہنچانے میں پس و پیش کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے اپنا فرض منصبی پورا کرنے میں غفلت سے کام لیا اور اس کا حق ادا نہیں کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

خدا کی قسم! وہ آپ کی ہی ذات تھی جو مخالفت کے طلاطم خیز طوفان میں بھی کوہ آسا کی طرح مستحکم رہی۔

وہ آپ ہی تھے کہ سر پر مصیبتوں کے پہاڑ اٹھا لئے۔ مگر حق و صداقت کی آواز بلند کرنے سے باز نہ آئے۔

صرف ایک ہی واقعہ سے آپ کی عزیمت و استقامت اور استقلال و استحکام کا اندازہ ہو سکتا ہے جب کفار مکہ کے تمام قبیلے اور خاندان آپ کے قتل پر متفق ہو گئے تو انہوں نے آپ کے چچا ابوطالب کو بلا کر کہا ابوطالب! تمہارا بھتیجا

ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے اور ہمارے باپ دادوں کو گمراہ کہتا ہے اور ہمیں احمق قرار دیتا ہے۔ اس لئے ہم تمہیں بتا دینا چاہتے ہیں کہ اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اب ہم کوئی فیصلہ کر کے ہی رہیں گے۔ ابو طالب نے شدت سے محسوس کیا کہ اب حالات نہایت نازک صورت اختیار کر گئے ہیں بلا شبہ اب یہ لوگ صبر و تحمل سے کام نہیں لیں گے اور میں اکیلا ان کا مقابلہ نہیں کر سکوں گا۔

واپس آئے اور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کفار کے عزائم سے آگاہ کیا اور کہا جانِ عم! میرے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں یہ مقام غور ہے کہ عرب سے وحشی ملک میں جہاں کوئی آئین اور کوئی عدالت نہیں تھی کہ مظلوم اپنا حق طلب کر سکے اور سرداران قریش سب کے سب دشمن کہ ان کے دلوں میں عداوت و انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے اور ظاہری اسباب کے پیش نظر صرف ایک چچا پشت و پناہ اور سہارا تھا وہ کفار کے عزائم کو دیکھ کر ڈگمگا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں بڑے بڑے بہادروں کے پائے ثبات میں بھی لغزش آجاتی ہے۔ مگر عزم و استقلال کے پیکر جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند لا کر بھی رکھ دیں۔ تب بھی میں اپنے فریضہ کی سرانجام دہی سے باز نہ آؤں گا یا تو اللہ میرے اس کام کو پورا کر دے گا یا میں اس پر نثار ہو جاؤں گا!

عزم و استقلال کی یہ آواز چچا کے دل کو چیر کر گہرائیوں میں اتر گئی۔ نہایت متاثر ہو کر بھتیجے سے کہا! جاؤ کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

اندازہ کیجئے ایسے جلیل القدر عظیم المرتبت مجاہد الاکبر اولوالعزم رسول کی

طرف ایسی بات منسوب کرنا کس قدر اس کی توہین ہے۔

؎ آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اصل حقیقت اور واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی تو راستے میں ایک مقام "غدیرِ خم" (غدیر بڑے تالاب اور خم گاؤں کا نام ہے) کے پاس قیام فرمایا۔ یہاں سے لوگوں کے جانے کے راستے جدا جدا ہوتے تھے اس مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ من کنت مولاہ فعلی مولاہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اس فرمانِ عالی کا سبب یہ ہوا تھا کہ جب یمن کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند صحابہ کے ساتھ خمس (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ) لینے کے واسطے یمن بھیجا۔ حضرت علی نے یمن پہنچ کر خمس پر قبضہ کیا۔ اس میں لونڈیاں اور غلام بھی تھے۔ ایک لونڈی بہت خوبصورت تھی حضرت علی نے اس کو اپنی صحبت سے مشرف فرمایا۔ بعض لوگوں کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی، انہوں نے پہلے تو حضرت خالد سے اس بات کا شکوہ کیا اور پھر یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی علاوہ ازیں بھی ان لوگوں نے حضرت علی کے متعلق کچھ بے جا شکائتیں کیں۔ ان شکائتوں سے آپ نے اندازہ فرمایا کہ ان لوگوں کے دلوں میں اپنے حاکم حضرت علی کی تعظیم و تکریم اور الفت و محبت کی بجائے ایسے جذبات پرورش پا رہے ہیں جو آگے چل کر نفرت و عداوت اور بغاوت کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ نیز آپ کو یہ بھی وحیِ الٰہی سے معلوم تھا کہ آئندہ خوارج بھی پیدا ہوں گے۔ جو حضرت علی سے

عداوت و دشمنی رکھیں گے اس لئے آپ نے خاص طور پر وہاں اعلان فرمایا کہ انکے ساتھ محبت رکھنا گویا اللہ و رسول سے محبت رکھنا ہے اور ان سے عداوت رکھنا گویا اللہ و رسول سے عداوت رکھنا ہے (جل جلالہ و صلے اللہ علیہ وسلم)

رہا لفظ مولیٰ سے خلافت بلافصل ثابت کرنا تو وہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے کیونکہ لفظ مولیٰ کے معنی خلیفہ کے ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے معنیٰ دوست اور مددگار کے ہیں چنانچہ لفظ مولیٰ ولی سے ماخوذ ہے اور ولی کے معنی دوست اور مددگار کے ہیں کما قال اللہ تعالےٰ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست و مددگار ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ بیشک اللہ تعالےٰ اور جبریل امین اور نیکی کرنے والے مومنین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ یعنی دوست و مددگار ہیں اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ اے اللہ تو ہمارا مولیٰ یعنی مددگار ہے سو ہم کو کافروں پر مدد دے۔

دیکھئے ان آیات میں لفظ "مولا" موجود ہے مگر اس کا معنی خلیفہ ہرگز نہیں بلکہ دوست و مددگار ہے۔ اسی طرح من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا معنی و مطلب یہی ہے کہ جس طرح رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے دوست اور مددگار ہیں اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تمام مسلمانوں کے دوست و مددگار ہیں۔ اور قرینہ بھی یہی بتلاتا ہے کہ مولیٰ کے معنی دوست اور ناصر ہی کے ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ کے آخر میں ہے اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ اے اللہ اس سے

محبت رکھ جو علی سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے اور لفظ مَوْلیٰ اور وال مَنْ وَّالَاہُ دونوں کا مشتق منہ ایک ہی ہے، اور جب دو لفظ ہم معنی ایک ہی مقام پہ مذکور ہیں تو بوجہ مناسبت معنوی ایک ہی معنی لینا ضروری ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلے میں لفظ عداوت و دشمنی فرمانا صریح قرینہ ہے اس بات کا کہ اس کے مقابل لفظ میں معنی دوستی و محبت کے لیے جائیں تاکہ مقابلہ صحیح ہو۔

چنانچہ اگر یہ نہ مانا جائے اور مولیٰ کے معنی امام و خلیفہ کے لئے جائیں تو وَالِ مَنْ وَّالَاہُ کے معنی بھی امام اور خلیفہ کے لینے پڑیں گے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا مطلب یہ ہوگا کہ اے اللہ جو علی کو امام و خلیفہ کرے تو اس کو امام و خلیفہ کر ایسی صورت میں ان سب لوگوں کو امام و خلیفہ ہونا چاہیئے جو حضرت علی کو خلیفہ و امام بلافصل مانتے ہیں۔ پھر شیعہ حضرات کو بارہ امام نہیں بلکہ سنکڑوں امام ماننے پڑیں گے۔ نیز اگر بقول شیعہ مَولیٰ کے معنی امام تسلیم بھی کر لئے جائیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی امام ہونا لازم آئے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں اپنے لئے بھی تو من کنت مولاہ فرمایا ہے۔ حالانکہ آپ رسول بلکہ سید الرسل ہیں امام کا مرتبہ تو بدرجہا رسول سے کم بلکہ نبی سے بھی کم ہے تو اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہوتی ہے اور پھر شیعوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت علی کی طرح امام ہوں گے اس صورت میں شیعوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو ثلثہ عشری کہا کریں اثنا عشری کہلانے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حضور کو اپنا امام نہیں مانتے۔

اگر بالفرض والمحال مولیٰ کے معنی امام ہی مراد لیئے جائیں تو بھی ہمارے اہلسنت کے مسلک کے منافی نہیں اس لئے کہ اہلسنت بھی حضرت علی کو امام مانتے ہیں. ہاں بلافصل نہیں مانتے اور اس فرمان رسول سے بلافصل ہونا کسی لفظ سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

نیز اگر حدیث من کنت مولاہ بقول شیعہ امامت پر دلالت کرتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اس دلیل کو ضرور اپنی خلافت کے دعویٰ میں صحابہ کرام کے سامنے پیش کرتے آپ پر یہ فرض تھا کیونکہ یہ مسئلہ ذاتی نہیں تھا بلکہ اس میں اسلام اور اہل اسلام کی منفعت بھی تھی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور اطاعت بھی تھی. کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالےٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و رضا اور امر خطبۂ خلافت کو فراموش کر دیا تھا؟

تعجب ہے کہ حضرت علی، امیر معاویہ کے سامنے تو اپنی خلافت و اطاعت کے حق ہونے کے معاملے میں صرف دلائل ہی پیش نہیں کرتے بلکہ جنگ بھی کرتے ہیں خلفاء ثلٰثہ کے سامنے وہ کسی وقت بھی نہ اس دلیل کو پیش کرتے ہیں اور نہ ان سے جنگ و جدال ہی کرتے ہیں پس یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ایک تو اس حدیث کا امامت و خلافت سے کوئی تعلق نہیں دوسرا خلفاء ثلاثہ کی خلافت و امامت حق تھی. ورنہ حضرت علی جیسا شیر خدا شخص دب کر اور خصوصًا اللہ و رسول کے ارشاد دینا کے خلاف ہوتے دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا تھا. ان کے فرزند ارجمند حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو یزید کی باطل امامت کو تسلیم نہ کریں اور کربلا کے میدان میں اپنی آنکھوں

کے سامنے سارا گھر کا گھر لٹتا دیکھ لیں. اور شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ بھی نہ کریں بلکہ خلفاء ثلاثہ کی بیعت کریں ان کے پیچھے نمازیں بھی ادا کریں اور ان کے ساتھ تقریباً چوبیس سال تک پورا پورا تعاون کریں بلا شبہ یہ ان کے برحق خلفاء دا امام ہونے کی دلیل ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس دو دیہاتی لڑتے ہوئے آئے. آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیں. حضرت علی نے فیصلہ کر دیا تو ان میں سے ایک نے کہا یہ کیا فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان ؟ تو یہ سن کر

فوثب الیہ عمر واخذ بتلبیبہ و	حضرت عمر اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا
قال ویحك ماتدری من ھذا ؟	گریبان پکڑ کر فرمایا جانتا ہے یہ کون ہیں؟
ھذا مولاك و مولیٰ کل مومن لم یکن	یہ تیرے اور ہر مومن کے مولیٰ ہیں اور
مولاہ فلیس مومن (الصواعق المحرقہ ص۱۰۷)	جس کے یہ مولیٰ نہیں ہیں وہ مومن نہیں .

حضرت علی رضہ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے دانہ پھاڑا اور اس کو روئیدگی عنایت کی اور جانوروں کو پیدا فرمایا، بیشک نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ

لَا یُحِبُّنِیْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضُنِیْ	مجھ (علی) سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن
اِلَّا مُنَافِقٌ (مسلم، مشکوٰۃ ص۵۶۳)	اور نہیں بغض رکھے گا مگر منافق،

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغض رکھنا منافق کی علامت تھی. (ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

نے صحابہ کرام کے درمیان اخوت (بھائی چارہ) قائم کیا یعنی دو دو صحابہ کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے تمام صحابہ کے درمیان اخوت قائم کی مگر مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (مشکوٰۃ ص ۵۶۴) — تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو!

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر کو کہیں بھیجا، اس میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) بھی تھے۔

فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ رَافِعٌ یَدَیْہِ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا

تو میں نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرماتے ہوئے سنا کہ اے اے اللہ مجھے موت نہ آئے جب تک علی کو نہ دیکھ لوں

(ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۶۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ (ہدیتہً) آیا تو آپ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ ائْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِکَ اِلَیْکَ یَاْکُلُ مَعِیَ ھٰذَا الطَّیْرَ فَجَاءَہٗ عَلِیٌّ فَاَکَلَ مَعَہٗ

اے اللہ میرے پاس اس شخص کو بھیج جو تجھ کو تیری مخلوق میں بہت پیارا ہو تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرند کو کھائے پس حضرت علی آئے تو انہوں نے آپ کے ساتھ وہ پرند کھایا

(ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے طائف کے دن حضرت علی کو بلایا اور کافی دیر تک ان سے آہستہ آہستہ یعنی خفیہ طور پر باتیں

کہیں تو لوگوں نے کہا کہ آپ نے اپنے چچا کے بیٹے سے بڑی طویل سرگوشی فرمائی ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں

مَا انْتَجَیْتُہٗ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ انْتَجَاہُ — نے ان سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے

ترمذی مشکوٰۃ ص۵۶۴ — کی ہے (یعنی اللہ کے حکم سے کی ہے)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ (مشکوٰۃ ص۵۶۵) — جس نے علی کو بُرا کہا اس نے گویا مجھکو بُرا کہا

شجاعت

امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت وبہادری کی عام شہرت ہے آپ کی شجاعت وبہادری کے واقعات اسقدر زیادہ ہیں کہ اگر وہ تفصیل کیساتھ سب کے سب لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ چند ہدیۂ ناظرین ہیں آپ سوائے غزوۂ تبوک کے باقی تمام غزوات میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا جنگ بدر اور جنگ احد میں آپ نے بڑے بڑے کافروں کو واصل بجہنم کیا۔

جنگ بدر میں سردارِ لشکرِ کفار عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو ساتھ لے کر سب سے پہلے میدان میں نکلا اور مقابلہ کے لئے للکارا لشکر اسلام میں سے حضرت عوف حضرت معاذ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ انصار

مقابلے کو نکلے۔ عتبہ نے نام ونسب پوچھا جب اس کو معلوم ہوا کہ انصار ہیں تو اس نے پکار کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو واپس بلا لیا اور حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن حارث کو بھیجا عتبہ نے ان سے بھی نام ونسب پوچھا۔ ان کے بتانے پر اس نے کہا ہاں تم ہمارے جوڑ کے ہو

عتبہ حضرت حمزہ کے اور ولید حضرت علی کے مقابل ہوا۔ دونوں مارے گئے لیکن عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا۔ حضرت علی نے بڑھکر شیبہ کو بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد معرکۂ قتال گرم ہو گیا۔ حضرت علی نے بہت سے کفار کو قتل کیا۔ حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

نَادَى مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ يَوْمَ بَدْرٍ يُقَالُ	کہ بدر کے دن آسمان سے ایک فرشتہ
لَهُ رِضْوَانُ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ	جس کو رضوان کہا جاتا ہے نے پکارا کہ
وَلَا فَتَى إِلَّا عَلِيٌّ	ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں اور
(الریاض النضرہ ص ۲۵۱ ج ۲)	علی جیسا کوئی جوان نہیں۔

البدایہ والنہایہ ج ۳۲۷، صفحہ ۲۲۴

جنگ احد میں ابوسعید بن ابوطلحہ علمدار لشکر کفار نے میدان جنگ میں نکل کر اپنا مقابل طلب کیا اس کے چند بار آواز دینے پر جب کوئی نہ نکلا تو اس نے براہ تکبر ونخوت کہا اے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو تم میں سے مارا جاتا ہے وہ جنت میں جاتا ہے اور ہم لوگوں کو تم دوزخی کہتے ہو۔ لات وعزیٰ کی قسم تم جھوٹے ہو دیکھو میں کب سے تمہیں پکار رہا ہوں

لیکن کوئی میرے مقابلے میں نہیں آرہا اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو پھر مرنے سے کیوں ڈرتے ہو۔ میرے سامنے کیوں نہیں آتے ؟ شیر یزداں شاہ مرداں مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اس کی یہ ہرزہ سرائی سنی تو فوراً مثل شیر غراں صف سے نکلے اور اس کے ساتھ مقابلہ کیا اور چند منٹوں کے اندر اندر اس کو خاک وخون میں تڑپا دیا۔ (شمس التواریخ ص ۸۵۲ ج ۴)

محمد بن اسحٰق کے قول کے مطابق حضرت علی نے جنگ احد میں بارہ ۱۲ کافروں کو واصل بجہنم کیا (شمس التواریخ ص ۸۵۴ ج ۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں مجھ کو سولہ ۱۶ زخم پہنچے ان میں سے چار زخم ایسے کاری پہنچے کہ میں اس کے صدمہ سے زمین پر گر پڑتا تھا مگر ہر مرتبہ ایک جوان خوبصورت جس سے بڑی خوشبو آتی تھی میرا بازو پکڑ کر مجھے کھڑا کر دیتا اور کہتا جاؤ اللہ کی راہ میں لڑو۔ اللہ اور اس کا رسول تم سے راضی ہیں، جب لڑائی ختم ہوئی تو میں نے یہ ماجرا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا اس خوبصورت جوان کو پہچانتے ہو ؟ میں نے عرض کیا پہچانتا تو نہیں مگر وہ دحیہ کلبی کے مشابہ تھا۔ فرمایا خدا تمہاری آنکھیں روشن کرے وہ جبرائیل تھے (نور الابصار ص ۹۷ - معارج النبوت ص ۱۰۸ ج ۴)

عمرو بن عبد ود نامی ایک شخص شجاعان عرب کا سردار مانا جاتا تھا اس کی شجاعت و بہادری کا یہ عالم تھا کہ اکیلا ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا جنگ بدر میں یہ مرد غازیان اسلام کے ہاتھوں زخمی ہو کر بھاگا تھا۔ اس نے یہ نذر مانی تھی کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھیوں سے بدلا نہ

لے گا اپنے سر پر تیل نہیں لگائے گا جنگ احد میں بمعہ زخموں کے لڑنے کے قابل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے شریک نہ ہوا۔ غزوۂ خندق میں یہ مغرور نشۂ جرات سے مخمور میدان جنگ میں مثل جنگی ہاتھی چنگھاڑتا پھرتا تھا اور بکمال نخوت وغرور اشعار رجز پڑھتا اور مقابلے کی دعوت دیتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یاوہ گوئی سن کر فرمایا کون ہے جو اس کافر مغرور کا کام تمام کرے ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صف سے نکل کر بکمال ادب عرض کیا حضور مجھے اجازت ہو ؟ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور وہ برابر مقابلے کے لئے للکار رہا تھا حضرت علی نے پھر اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا یہ عمرو بن عبدود ہے ؟ حضرت علی نے عرض کی ہاں میں جانتا ہوں تو آپ نے اجازت دی اور اپنی تلوار ذوالفقار حضرت علی کو دی اور اپنی زرہ اتار کر پہنا دی اور اپنا عمامہ مبارک اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر باندھا اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی الٰہی عبیدہ بن حارث کو تو نے بروز بدر اور حمزہ بن عبدالمطلب کو تو نے بروز احد اپنے پاس بلا لیا۔ اب یہ علی تیرا بندہ میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا ہے۔ میں اس کو تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ الٰہی تو اس کی مدد فرما اور صحیح وسالم مظفر ومنصور پھر مجھ سے ملا۔

شاہ مرداں شیر یزداں حضرت علی پاپیادہ اس کے سامنے پہنچے عمرو کا قول تھا کہ اگر کوئی شخص مجھ سے تین باتوں کی درخواست کرے تو ایک ضرور قبول کروں گا حضرت علی نے اس سے پوچھا کہ کیا واقعی یہ تیرا قول ہے ؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو اسلام قبول کر۔

اس نے کہا یہ نہیں ہو سکتا ۔ فرمایا لڑائی سے واپس چلا جا ۔ اس نے کہا میں قریش کی عورتوں کے طعنے نہیں سن سکتا وہ کہیں گی بڑا مرد تھا کہ نذر پوری نہ کر سکا اور بغیر جنگ کے واپس آ گیا ۔ فرمایا پھر لڑائی کے لئے تیار ہو جا ۔ عمرو ہنسا اور کہا مجھ کو یہ امید نہ تھی کہ اس آسمان کے نیچے کوئی مجھ سے یہ بھی کہے گا کہ لڑائی کے لئے تیار ہو جا ۔ چونکہ حضرت علی پیادہ تھے اس لئے اس کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ سوار ہو کر مقابلہ کرے گھوڑے سے اتر آیا اور تلوار مار کر بے زبان گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں ۔ پھر آپ سے پوچھا ۔ تم کون ہو ؟ آپ نے نام بتایا ۔ اس نے کہا تم ابھی کمسن نوجوان ہو میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا ۔ تمہارے باپ میرے دوست تھے ۔ مجھ کو پسند نہیں کہ اپنی تلوار خونخوار سے تمہارا خون گراؤں ۔ جاؤ تم واپس جاؤ ۔ آپ نے فرمایا لیکن مجھ کو تمہارا خون بہانا پسند ہے ۔ عمرو اب غصہ سے بیتاب تھا ۔ تلوار میان سے باہر نکالی اور ایکدم آپ کے سر پر وار کر دیا آپ نے اس کا وار سپر پر روکا لیکن تلوار نے سپر کو کاٹ دیا اور پیشانی پر لگی جس سے ہلکا سا زخم پیشانی پر آ گیا دشمن کے وار کے بعد شیر خدا نے تلوار ذوالفقار سے ایک ایسا بھرپور وار اس کے شانے پر کیا جس سے اس کا شانہ کٹ گیا اور تلوار نیچے تک اتر گئی گویا دو ٹکڑے کر دیئے اور ساتھ ہی اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور فتح کا اعلان کیا ۔ یہ دیکھ کر ضرار اور ہبیرہ آپ پر ٹوٹ پڑے لیکن جب ذوالفقار حیدری بلند ہوئی تو پیچھے ہٹ کر بھاگ گئے ۔

حضرت علی نے عمرو بن عبدود کو قتل کرنے کے بعد اس کی زرہ وسلاح جنگ وغیرہ پر کوئی توجہ نہ فرمائی ۔ عمرو کی بہن اس کی لاش پر روتی ہوئی آئی

اور سرہانے بیٹھ کر دیکھا تو ہتھیار وغیرہ سب موجود تھے کہنے لگی میرے بھائی کا قاتل کوئی مرد کریم الطبع، گرامی قدر، بہادر اور قومیت میں اسکا ہمسر و مقابل معلوم ہوتا ہے پھر لوگوں سے دریافت کیا۔ اس کو بتایا گیا کہ علی بن ابی طالب نے تیرے بھائی کو قتل کیا ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح عطا کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ یہ بات سنتے ہی آرزومندوں کو رات کاٹنی مشکل ہوگئی۔ مجاہدین کی نیندیں اڑ گئیں، ہر ایک کی یہی تمنا و آرزو تھی کہ اس نعمت عظمےٰ سے سرفراز ہو۔ صبح ہوتے ہی سب کے سب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے، اور ادب و احترام سے دیکھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دست رحمت کس خوش نصیب کو سرفراز فرماتا ہے۔ پیارے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک لبوں کی جنبش پر ارمان بھری نگاہیں قربان ہو رہی تھیں کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِب؟ فَقَالُوْا هُوَ	علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا
یَشْتَکِیْ عَیْنَاهُ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَیْهِ	انکو تکلیف ہے انکی آنکھوں پر آشوب ہے
فَاُتِیَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی	آپ نے فرمایا انہیں بلالو۔ حضرت علی لائے
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْهِ	گئے آپ نے اپنے دہن مبارک کے شفا بخش
وَدَعَالَهٗ فَبَرِئَ حَتّٰی	لعاب کو انکی آنکھوں میں ڈالا اور دعا فرمائی

كَاَنْ لَمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ — اسی وقت ایسا آرام ہوا گویا آپکو کبھی تکلیف ہی نہ تھی۔

(بخاری ومسلم دمشکوٰۃ صـ۵۶۳)

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جھنڈا عطا فرمایا اور آپ جھنڈا لے کر قلعۂ خیبر کی طرف بڑھے۔ قلعہ کے پاس پہنچ کر آپ نے ایک جگہ جھنڈا گاڑ دیا۔ ایک یہودی نے بالائے قلعہ سے جھانک کر پوچھا اے بہادر تو کون ہے جس نے اس طرح بے خوف وخطر یہاں آکر جھنڈا گاڑ دیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں۔ یہودی آپ کا نام سن کر چیخ اٹھا اور کہنے لگا لوگو قسم تورات شریف کی ہم مغلوب ہوئے اور برباد ہوئے۔ سب سے پہلے خیبر کے مشہور بہادر "مرحب" یہودی کا بھائی "حارث" یہ بڑا بہادر تھا چند مردان جنگجو کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا اور میدان میں آکر مقابلہ کی دعوت دی لشکر اسلام سے دو سپاہی یکے بعد دیگرے اس کے مقابلے میں گئے مگر دونوں شہید ہو گئے۔ پھر حضرت علی اس کے مقابلے میں گئے آپ نے بیک ضربِ شمشیر اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا "مرحب" نے جب اپنے جوان بھائی کا قتل دیکھا تو انتقامی جذبہ سے لبریز ہو کر سخت جوش وخروش کے ساتھ دوہری زرہ پہنے دو تلواریں لٹکائے دو عمامے سر پر باندھے ان پر ایک بھاری آہنی خود پہنے اور اس کے اوپر ایک گول پتھر بصورت خود باندھے ہوئے ہاتھ میں نیزہ جس کی بھال تین من وزنی تھی۔ قوی ہیکل شیر صورت میدان میں آگیا اور یہ اشعار پڑھنے لگا ؎

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبُ — شَاكِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبُ

خیبر والے خوب جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ سلاح پوش فن حرب میں ماہر اور

شجاعت میں مشہور ہوں۔

اِذَا اللُّیُوثُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ وَ اَحْجَمَتْ عَنْ صَوْلَةِ الْمُغَلَّبِ

جب کہ معرکہ میں شیر دڑاتے اور آگ کے شعلے بھڑکاتے ہیں اس وقت غالب مرحب کے حملہ سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

خَلَتْ حِمَایَ اَبَدًا لَا تُقْرَبُ اَطْعَنُ اَحْیَانًا وَحِیْنًا اَضْرِبُ

میرے خوف اور ڈر کی وجہ سے کوئی میرے نزدیک نہیں آتا میں کبھی نیزہ مارتا ہوں اور کبھی تلوار۔

اِنْ اُغْلَبِ الدَّهْرُ فَاِنِّیْ اَغْلَبُ وَالْقِرْنُ عِنْدِیْ بِالدِّمَاءِ مُخَضَّبُ

اگر سارا زمانہ مغلوب بھی ہو جائے تو بھی میں غالب تر ہوں اور مدمقابل میرے نزدیک خون میں لتھڑا ہوا ہے

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے مقابلہ میں آئے اور یہ اشعار پڑھے

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَهْ کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْهِ الْمَنْظَرَهْ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا میں شیر نیستاں کی طرح مہیب اور ہیبت ناک ہوں۔

اَکِیْلُکُمْ بِالسَّیْفِ کَیْلَ السَّنْدَرَهْ اَضْرِبُکُمْ ضَرْبًا یُبِیْنُ الْفَقَرَهْ

میں تلوار کے بڑے پیمانے سے تمہیں ناپوں گا یعنی بہت زیادہ قتل کر دوں گا اور میں تمہیں ایک ایسی ضرب لگاؤں گا جس سے تمہاری پشت کا ایک ایک مہرہ جدا جدا ہو جائے گا۔

وَاَتْرُکُ الْقِرْنَ بِقَاعٍ جَزَرَهْ اَضْرِبُ بِالسَّیْفِ رِقَابَ الْکَفَرَهْ

میں نیزے کو سخت زمین میں گاڑتا ہوں اور میں اپنی تلوار سے کافروں کی گردنیں مارتا

ہوں الغرض دونوں میں مقابلہ شروع ہوا شاہ مرداں، شیر یزداں نے تلوار ذوالفقار کا اس کے سر پر ایک ایسا وار کیا کہ تلوار خود کاٹتی ہوئی پتھر توڑتی اور سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور ضربت کی آواز فوج تک پہنچی مرحب کے مارے جانے پر یہودیوں نے عام حملہ کر دیا لشکر اسلام بھی ٹوٹ پڑا اور دونوں طرف سے خوب تلوار چلی حضرت علی نے اس معرکہ میں آٹھ نامی گرامی بہادروں کو قتل کیا ایک یہودی نے آپ کے ہاتھ پر تلوار ماری جس سے آپ کی ڈھال ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔ آپ نے خداداد قوت سے قلعہ کا آہنی در اکھاڑ کر بطور ڈھال ہاتھ میں لے لیا اور لڑتے رہے۔ جب فتح کے بعد آپ نے اس آہنی دروازے کو پھینکا تو حضرت ابورافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سات آدمیوں نے مل کر اس دروازے کو اٹھانا چاہا تو وہ نہ اٹھ سکا ایک روایت میں چالیس آدمیوں کا ذکر ہے۔ امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ

قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ	حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا خدا کی قسم
وَاللّٰہِ مَا قَلَعْتُ بَابَ خَیْبَرَ بِقُوَّۃٍ	میں نے قلعہ خیبر کا دروازہ قوت جسمانی سے
جَسَدَانِیَّۃٍ وَلٰکِنْ بِقُوَّۃٍ رَبَّانِیَّۃٍ	نہیں بلکہ قوت ربانی سے اٹھایا تھا۔

(تفسیر کبیر صفحہ ۴۸۹)

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار	لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

کامل ابن اثیر میں ہے کہ لشکر امیر معاویہؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو شہید کیا تو حضرت علیؓ نے صرف بارہ جان نثاروں کو ساتھ لے کر لشکر معاویہ پر حملہ کیا اور پورے لشکر کی صفوں کو چیرتے ہوئے امیر معاویہؓ کے خیمہ کے قریب پہنچ گئے اور

پکار کر فرمایا اے معاویہ طرفین کے لوگ مفت میں مارے جائیں کیا فائدہ ؟ آؤ میرے مقابلے میں نکلو جو اپنے حریف کو مار دے وہی مستقل ہو جائے! عمرو بن العاص ؓ نے معاویہ سے کہا علی ؓ بات تو ٹھیک کہہ رہے ہیں ؟ معاویہ نے کہا تم جانتے ہو کہ ان کے مقابلہ میں جو آیا مارا گیا۔ عمرو نے کہا لیکن اس وقت تمہارا ان کے مقابلہ میں نہ نکلنا نامناسب ہے معاویہ نے کہا میں تمہارا مطلب سمجھتا ہوں تم مجھے مروانا چاہتے ہو مجھے معاف رکھو! (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۲۴) اسی میں لکھا ہے۔ کہ جب معرکہ صفین میں شامیوں کی فوج کثیر نے حضرت علی کے میمنہ لشکر پر حملہ کیا تو لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے اور میدان خالی ہو گیا حضرت علی پا پیادہ میسرہ کی طرف روانہ ہوئے اسوقت تینوں صاحبزادے آپ کے ساتھ تھے۔ ہر طرف سے آپ پر تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ ابوسفیان کا غلام احمر آپ پر لپکا آپ کا غلام کیسان اس کے مقابل ہوا۔ دونوں میں سخت لڑائی ہوئی احمر غالب آیا۔ حضرت علی آگے بڑھے اور اس کو پکڑنا چاہا وہ بھاگا مگر اس کی زرہ آپ کے ہاتھ میں آگئی اسی سے اس کو سر تک اوپر اٹھا کر زمین پر الیسا دے مارا کہ اس کے دونوں مونڈھے اور بازو ٹوٹ گئے۔ شامی ہر طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑے۔ امام حسن ؓ نے عرض کی آپ دوڑ کر اپنے لوگوں میں جا ملیں تو بہتر ہوگا فرمایا تمہارے باپ کے لئے ایک روز معین ہے نہ دوڑنے سے اس میں کوئی تاخیر ہوگی اور نہ یہاں ٹھہرنے سے اس میں تقدیم خدا کی قسم تمہارے باپ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ وہ موت پر واقع ہوں یا موت ان پر واقع ہو

(ابن اثیر ج ۳ ص ۱۱۸)

جنگ صفین میں بروایت سمعانی حضرت معاویہ کے قول سے ثابت

ہے کہ حضرت علی نے صرف ایک رات میں خود اپنے ہاتھ سے نو سو (۹۰۰) سے زیادہ آدمیوں کو قتل کیا۔

(ناسخ التواریخ ص ۴۱۸)

غور فرمایئے نو سو (۹۰۰) آدمی کم نہیں ہوتے اگر بلا مزاحمت اتنے آدمیوں کو کوئی شخص قتل کرے تو بھی اس کے دست و بازو شل ہو جائیں گے۔ اور عین معرکہ جنگ میں وہ بھی ایسے وقت جب کہ لشکر جرار کا مقابلہ ہو اور ہر شخص کا خیال ہوتا ہے کہ اپنے مقابل حریف کو قتل کر دے ایسی حالت میں اپنے آپ کو بچا کر اتنے لوگوں کو قتل کرنا کیا سوائے اسد اللہ الغالب کے دوسرے سے ممکن ہے؟

نہج البلاغۃ ص میں آپ کا قول نقل کیا ہے۔ واللہ لو تظاھرت العرب علی قتالی مما ولیت عنھا کہ خدا کی قسم اگر تمام عرب ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے میرے مقابلے میں آجائیں اور مجھ سے جنگ کرنا چاہیں تو میں ہرگز ان سے منہ نہ پھیروں گا۔

اب کہیئے جنکی شجاعت کا پیرانہ سالی میں یہ حال ہو عین شباب کے عالم میں کیا حال ہوگا۔ اور کیا ایسے شجاع اور بہادر سے ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی اس کا حق شرعی چھین لے اور وہ منہ دیکھتا رہ جائے اور کچھ نہ کرے یا معاذ اللہ اس کی صاحبزادی کو کوئی چھین لے غصب کر لے یا معاذ اللہ اس کی بیوی کے ساتھ کوئی نامناسب سلوک کرے اور وہ دم نہ مار سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی روائیتوں کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے جس کی بے دینی و فتنہ انگیزی اور الحاد و زندقہ حضرات اہلسنت اور شیعہ کے نزدیک مسلم ہے۔

ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں ؎

زیر پاش ایں جا شکوہ خیبر است　　　دست او آں جا قسیم کوثر است

حضرت مولانا روم علیہ رحمتہ القیوم فرماتے ہیں ؎

از علی آموز اخلاص عمل　　　شیرِ حق را داں منزّہ از دغل

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عمل کا اخلاص سیکھو! اس شیر خدا کو نفسانی اغراض کی کھوٹ سے پاک سمجھو!

در غزا بر پہلوانے دست یافت　　　زود شمشیرے بر آورد و شتافت

ایک مرتبہ جنگ میں آپ نے ایک جنگ جو دشمن کو زیر کر لیا، پھر فوراً تلوار نکال کر اس پر حملہ آور ہوئے۔

او خدو انداخت بر روئے علی　　　افتخارِ ہر نبی و ہر ولی

اس نے نعوذ باللہ حضرت علی کے چہرۂ اقدس پر تھوک دیا، کون علی جن پہ ہر نبی اور ہر ولی کو فخر ہے۔

در زماں انداخت شمشیر آں علی　　　کرد او اندر غزایش کاہلی

آنجناب نے فی الفور تلوار ہاتھ سے ڈال دی، اور اس کے ساتھ جنگ کرنے میں التوا کیا،

گشت حیراں آں مبارز در عمل　　　از نمودن عفو و رحم بے محل

وہ جنگ جو آپ کے میدان کارزار میں اس بموقع معاف فرمانے اور رحم کرنے سے حیران رہ گیا۔

در شجاعت شیر ربانیستی　　　در مروت خود کہ داند کیستی

آپ بہادری میں تو شیرِ خدا مانے ہی ہوئے ہیں، مگر مروت میں کون سمجھ سکتا ہے کہ آپ کس قدر اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔

گفت بر من تیغ تیز افراشتی　　　از چہ افگندی مرا بگزاشتی

وہ کہنے لگا پہلے تو آپ نے مجھ پر تلوار اٹھائی، پھر کیا بات ہے کہ اس کو پھینک دیا اور مجھ کو چھوڑ دیا۔

راز بکشا اے علی مرتضیٰ　　　اے پس سوء القضا حسن القضا

اے علی اس راز کو کھول دیجئے اور آپ تو میری بدقسمتی کے بعد خوش قسمتی بن گئے کہ قصد قتل کے بعد عفو فرمایا۔

گفت من تیغ از پئے حق می زنم　　　بندہ حقم نہ مامورِ تنم

حضرت علی نے فرمایا میں اللہ کے لئے تلوار چلاتا ہوں، میں اللہ کا بندہ ہوں تن اور نفس کا مطیع نہیں ہوں۔

شیرِ حقم نیستم شیرِ ہوا　　　فعلِ من بر دینِ من باشد گواہ

میں شیر خدا ہوں، شیر حرص نہیں ہوں، چنانچہ میرا یہ فعل میرے کمال دین پر گواہ ہے

من چو تیغم پُر گہر ہائے وصال　　　زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال

میں ایسی تلوار ہوں جس میں وصال کے موتی لگے ہوئے ہیں، میں جنگ میں کفار کو قتل نہیں کرتا، بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ دولت ایمان کے ساتھ ابدی زندگی بخشوں

چوں خدو انداختی بر روئے من　　　نفس جنبید و تبہ شد خوئے من

جب تو نے جنگ کے وقت میرے چہرے پر تھوکا، تو میرا دل حرکت غضبی میں آ گیا اور میرا خلق حسن بگڑنے لگا۔

چوں درآمد علتے اندر غزا | تیغ را دیدم نہاں کردن سزا

میرے جہاد میں جب ایک نفسانی علت شامل ہونے لگی تو اس وقت میں نے تلوار کو نیام میں ڈال لینا مناسب سمجھا۔

نیم بہرِ حق شد و نیمے ہوا | شرکت اندر کارِ حق نبود روا

کیونکہ میرا جہاد کچھ تو اَللّٰہ واسطے رہ گیا، اور کچھ مقتضائے خواہش نفسانی ہو لیا اور اَللّٰہ کے کام میں شرکت جائز نہیں۔

تا احبّ للہ آید نام من | تا کہ البغض للہ آید نام من

تاکہ میرا خالصاً لوجہ اللہ محبت کرنے والا نام قرار پائے۔ تاکہ میرا مقصود خاص رضائے الٰہی کے لئے دشمنی کرنا ہو فائدہ مسلمان کا ہر وہ کام جو اَللّٰہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہو عبادت ہے۔ اور فرمایا۔

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَدًا | اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے اسی لئے فرمایا: "شرکت اندر کارِ حق نبود روا"

قرآن نے دشمن کو دوست بنانے کی جو تدبیر بتائی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فعل اس کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ | برائی کی مدافعت خوبی و نیکی سے کر
بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ | پھر تو تمہارا دشمن بھی تمہارا گرم جوش
وَلِيٌّ حَمِيْمٌ | دوست بن جائے گا۔

چنانچہ فرمایا ؎

آندر آمن در کشادم مر ترا | تف زدی و تحفہ دادم مر ترا

آؤ میں نے تمہارے لئے فیض کا دروازہ کھول دیا ہے، تم نے مجھ پر تھوکا تھا میں تمہارے لئے ہدایت کا تحفہ لایا ہوں۔

مرجفا گر راچنیں ہا می دہم　　پیشِ پائے چپ چناں سرمی نہم

میرا معمول ہے کہ میں اہل جفا کو ایسے ہی انعامات دیا کرتا ہوں اور پائے چپ پر بھی اس طرح سر رکھا کرتا ہوں،

تو اس نے کہا ؎

تیغ حلمت جانِ ما را چاک کرد　　آب علمت خاک ما را پاک کرد

اے علی آپ کے حلم کی تلوار نے ہماری جان کو چاک کر دیا اور آپ کے علم کے پانی نے ہماری خاک کو پاک کر دیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یَجْنُبُ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَغَیْرُكَ

ترمذی و مشکوٰۃ ص۵۶۴

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی میرے اور تیرے سوا کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ جنابت کی حالت میں اس مسجد کے اندر آئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ

کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (حضرت) علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے

(المستدرک حاکم ص۱۴۲، الریاض النضرہ ص۲۱۹، الصواعق المحرقہ ص۱۲۱، کنز العمال ص۱۵۸/۶)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ (کنز العمال ۶/۱۵۲)

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (حضرت) علی کا ذکر عبادت ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ دَخَلَ عَلِيٌّ فَقَالَ هٰذَا سَيِّدُ الْعَرَبِ فَقُلْتُ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ اَنْتَ سَيِّدُ الْعَرَبِ فَقَالَ اَنَا سَيِّدُ الْعٰلَمِيْنَ وَهُوَ سَيِّدُ الْعَرَبِ (الصواعق محرقہ ص۱۲۰ حلیۃ الاولیاء ۱/۶۳، المستدرک ۳/۱۲۴)

کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی کہ حضرت علیؓ تشریف لائے۔ نبی پاک نے فرمایا یہ عرب کا سردار ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان! عرب کے سردار تو آپ ہیں، فرمایا میں تمام جہان کا سردار ہوں اور علی عرب کا سردار ہے۔

حضرت عبداللہ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فَاَوْحٰی اِلَیَّ رَبِّیْ فِیْ عَلِیٍّ ثَلٰثَ خِصَالٍ اَنَّہٗ سَیِّدُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ (کنز العمال ۶/۱۵۷)

پس اللہ تعالیٰ نے مجھ کو علی کے تین القاب وخصال وحی فرمائے کہ وہ مسلمانوں کا سردار، متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ اور منہ والوں کا پیشوا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

تَشْتَاقُ الْجَنَّۃُ اِلٰی ثَلَاثَۃٍ عَلِیٍّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ (المستدرک حاکم ۳/۱۳۷)

جنت تین آدمیوں حضرت علی وعمار و سلمان کی مشتاق ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

نے مقام صہبا میں ظہر کی نماز ادا فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے لئے بھیج دیا جس وقت وہ واپس تشریف لائے حضور صلے اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا فرما چکے تھے، آپ نے حضرت علی کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا اور آرام فرمانے لگے حضرت علی نے جنبش تک نہ کی یہاں تک سورج غروب ہو گیا، جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا اے علی کیا تم نے نماز پڑھی ہے ؟ انہوں نے عرض کیا نہیں !

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ کَانَ فِیْ طَاعَتِکَ وَطَاعَۃِ رَسُوْلِکَ فَارْدُدْ عَلَیْہِ الشَّمْسَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَرَاَیْتُھَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَاَیْتُھَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ حَتّٰی وَقَعَتْ عَلَی الْجِبَالِ وَعَلَی الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ عَلِیٌّ فَتَوَضَّاَ وَصَلَّی الْعَصْرَ ثُمَّ غَرَبَتْ وَذٰلِکَ فِی الصَّھْبَا

(مشکل الآثار صفحہ ۳۸۸ جلد ۲)

(زرقانی علی المواہب صفحہ ۱۱۴ جلد ۵)

تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ یہ علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، تو اس پر سورج کو لوٹا دے حضرت اسماء فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ وہ سورج جو غروب ہو گیا تھا، وہ غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا یہاں تک کہ پہاڑوں پر اور زمین پر دھوپ چمکنے لگی، حضرت علی اٹھے اور وضو کر کے نماز پڑھی، پھر سورج غروب ہو گیا اور یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نقل فرما کر ان اکابر ائمہ کا ذکر کیا جو اس کی صحت کے قائل ہوئے ہیں اور پھر ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا۔

حَدَّثَنِیْ جَمَاعَۃٌ مِّنْ مَّشَائِخِنَا بِالْعِرَاقِ اَنَّھُمْ شَاھَدُوْا اَبَا مَنْصُوْرِ الْمُظَفَّرِ

کہ ہمارے مشائخ کی ایک جماعت نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ عراق میں علامہ

بن اردشیر القبادی الواعظ ذکر بعد العصر هذا الحدیث ونمقه بالفاظه وذکر فضائل اهل البیت فغطت سحابة الشمس حتی ظن الناس انها قد غابت فقام علی المنبر واومأ الی الشمس وانشدها

ابومنصور المظفر بن اردشیر القبادی کی مجلس وعظ میں حاضر تھے وہ عصر کے بعد اسی حدیث ردِّ شمس اور اہلبیت کے فضائل بیان فرما رہے تھے کہ آسمان پر اس قدر بادل چھا گئے کہ انہوں نے آفتاب کو چھپا لیا یہاں تک کہ لوگوں کو گمان ہو گیا کہ آفتاب غروب ہو گیا تو دفعتہً علامہ صاحب نے ممبر پر کھڑے ہو کر آفتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

لا تغربی یا شمس حتی ینتهی ... مدحی لآل المصطفیٰ ولنجله

اے آفتاب! جبتک مدح آل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم نہ کروں ہرگز غروب نہ ہونا

واثنی عنانك ان اردت ثناءهم ... انسیت اذ کان الوقوف لاجله

جب تک میں ان کی صفت وثناء کروں تو بھی اپنی باگ موڑے رکھ اے آفتاب کیا تو بھول گیا جب کہ تو ان کے واسطے لوٹ آیا تھا اور غروب ہونے سے ٹھہر گیا تھا۔

ان کان للمولیٰ وقوفك فلیکن ... هذا الوقوف لولده ولنسله

اگر اسوقت تو مولائے کائنات کے لئے ٹھہر گیا تھا تو چاہیئے کہ اس وقت بھی ان کی اولاد اور نسل کے لئے غروب ہونے سے توقف کر۔

قالوا فانجاب السحاب عن الشمس وطلعت فرماتے ہیں کہ بادل فوراً ہٹ گیا اور سورج صاف طور پر نظر آنے لگا۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۲۶ روح البیان ص ۱۵۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کو گئے۔ جب آپ حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اگر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے ہرگز نہ چومتا، پھر آپ نے اس کو چوما حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اے امیر المومنین! یہ پتھر نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے، حضرت عمر نے فرمایا آپ کو کیسے علم ہے ؟ حضرت علی نے فرمایا اللہ کی کتاب قرآن سے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ الآیہ، کہ جب نکالا تمہارے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور ان سے اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ تو سب نے کہا ہاں! تو اللہ تعالےٰ نے اس عہد و پیمان کو ایک ورق پر لکھا، اور اس وقت اس حجر اسود کی آنکھیں بھی تھیں اور منہ بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو فرمایا منہ کھول! اس نے کھولدیا۔ اللہ نے وہ ورق جس پر عہد و میثاق لکھا ہوا تھا، اس کے منہ میں رکھ دیا اور یہ نگل گیا۔ اللہ نے اس کو فرمایا اے پتھر قیامت کے دن ان کی گواہی دینا جو تیرے پاس اس عہد کو پورا کرتے ہوئے آئیں گے۔ حضرت علی نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن یہ حجر اسود آئے گا اور اس کی زبان بہت تیز ہوگی اور ہر اس شخص کی جو ایمان کے ساتھ اس کو چومے گا گواہی دیگا

فَهُوَ یَآ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ تو اے امیر المومنین یہ اس طرح نفع و یَضُرُّ وَیَنْفَعُ فَقَالَ عُمَرُ نقصان پہنچا سکتا ہے حضرت عمر نے فرمایا

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اَنْ اَعِيْشَ فِيْ قَوْمٍ لَسْتَ فِيْهِمْ يَا اَبَا حَسَنٍ (تفسیر درمنثور ص۱۴۴ ج۲)

میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں ایسی قوم میں زندہ رہوں جس میں اے ابوالحسن آپ نہ ہوں۔

علم و فضل

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے قاضی (جج) بنا کر یمن کی طرف بھیجا میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں کم عمر ناتجربہ کار اور قضا جانتا نہیں ہوں تو فیصلے کیسے کروں گا؟

فَضَرَبَ صَدْرِىْ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَلْبَهٗ وَثَبِّتْ لِسَانَهٗ فَوَالَّذِىْ فَلَقَ الْحَبَّةَ مَا شَكَكْتُ فِىْ قَضَاءٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ۔ (مستدرک حاکم ص۱۳۵ ج۳ تاریخ الخلفاء ص۱۶۶)

تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر اپنا دست مبارک مار کر فرمایا یاالٰہی اسکے دل کو ہدایت کے نور سے روشن کر اور اسکی زبان کو استقلال عطا فرما! حضرت علی فرماتے ہیں پروردگار کی قسم اس دن سے کسی معاملے کے فیصلہ کرنے میں مجھے ذرہ بھر بھی شبہ نہ ہوا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے تھے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سینۂ مبارک علم و حکمت کا گنجینہ بن گیا، جس کے فیض سے سینے علوم و معارف کے گنجینے بن جائیں خود اس کے علوم کا کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں اور میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں

(ترمذی وحاکم ص ۱۲۶/۳)

ذاتِ او دروازۂ شہر علوم زیر فرمانش حجاز و چین و روم (اقبال)

حضرت سعید بن مسیب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں صحابہ

لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَۃِ یَقُوْلُ سَلُوْنِیْ اِلَّا عَلِیًّا

میں سوا حضرت علی کے کوئی ایسا نہ تھا جس نے فرمایا ہو مجھ سے پوچھو!

(الریاض النضرہ ص ۲۲۲ - الصواعق المحرقہ ص ۱۲۵، کنزل العمال ص ۳۹۷/۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں

عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْفَ بَابٍ یُفْتَحُ کل باب اِلٰی اَلْفِ بَابٍ

کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے علم کے ہزار باب تعلیم کئے اور ہر باب سے آگے علم کے ہزار ہزار باب کھلتے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ص ۳۶۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے پوچھا کہ علی کیسے آدمی تھے ؟ فرمایا

کَانَ مُمْتَلِیٌٔ جَوْفُہٗ حِکَمًا وَّعِلْمًا وَّبَاْسًا وَّنَجْدَۃً مَعَ قَرَابَتِہٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ان کا پیٹ علم و حکمت، قوت وطاقت اور شجاعت سے لبریز تھا اور پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت بھی رکھتے تھے

(احمد، الریاض النضرۃ ص۲۵۶ ج۲، استیعاب ص۴۷۶ ج۲)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیٌّ عَیْبَۃُ عِلْمِیْ

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی میرے علم بھید کا خزانہ ہے۔

(السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ص۴۱۷ ج۲ کنز العمال ص۱۵۳ ج۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ مَا فِیْھَا حَرْفٌ اِلَّا وَلَہٗ ظَھْرٌ وَّبَطْنٌ وَّاِنَّ عَلِیًّا عِنْدَہٗ مِنَ الظَّاھِرِ وَالْبَاطِنِ

کہ قرآن سات حرفوں (یعنی قرأتوں) میں نازل ہوا ہے اور کوئی حرف ایسا نہیں جس کا ایک ظاہر اور ایک باطن نہ ہو اور ہر حروف کے ظاہر و باطن کا علم حضرت علی کے پاس ہے۔

(کشف الظنون۔ حلیۃ الاولیاء ص۶۵ ج۱)

حضرت مسلم بن اوس و جاریہ بن قدامہ سعدی فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَاِنِّیْ لَا اُسْاَلُ عَنْ شَیْئٍ دُوْنَ الْعَرْشِ اِلَّا اَخْبَرْتُ عَنْہُ

پوچھو مجھ سے قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ بلاشبہ عرش کے سوا کسی چیز کے متعلق تم مجھ سے نہیں پوچھو گے مگر میں اس کی خبر دوں گا۔

(کنز العمال ص۴۰۵ ج۶ خالص الاعتقاد ص۴۴)

حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خطبے میں حاضر تھا، آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا۔

سَلُوْنِیْ فَوَاللّٰہِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ

مجھ سے پوچھو خدا کی قسم قیامت تک ہونیوالی

شَیْءٍ یَکُوْنُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰامَۃِ	کسی چیز کے متعلق تم مجھ سے نہیں پوچھو گے
اِلَّا حَدَّثْتُکُمْ بِہٖ	مگر میں تمہیں بتاؤں گا،

(خالص الاعتقاد ص۴۴، الریاض النضرہ ص۲۲۲ ج۲)

علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں کہ جفر و جامعہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دو کتابیں ہیں جن میں آپ نے علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے واقعات ہونے والے ہیں سب ذکر فرمائے ہیں۔ آپ کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ عنہم ان کتابوں کے رموز کو پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے چنانچہ مامون رشید نے جب حضرت امام علی رضا ابن امام موسی کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے بعد ولی عہد کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا تو امام علی رضا نے اس کے قبول میں فرمان بنام مامون رشید تحریر فرمایا کہ

اِنَّکَ قَدْ عَرَفْتَ مِنْ حُقُوْقِنَا	بلاشبہ تو نے ہمارے حقوق پہچانے
مَالَمْ یَعْرِفْہُ اٰبَاءُکَ فَقَبِلْتُ	جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے تھے
مِنْکَ عَھْدَکَ اِلَّا اَنَّ الْجَفْرَ	اس لئے میں تمہاری ولیعہدی قبول کرتا
وَالْجَامِعَۃَ یَدُلَّانِ عَلٰی اَنَّہٗ	ہوں مگر "جفر و جامعہ" بتا رہی ہیں کہ
لَا یَتِمُّ (خالص الاعتقاد ص۴۵)	یہ کام پورا نہ ہوگا۔

(چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امام صاحب نے مامون رشید کی زندگی میں ہی شہادت پائی،

شریح بن ہانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزہ پر مسح کرنے کی نسبت پوچھا

فَقَالَتْ اِیْتِ عَلِیًّا فَاسْئَلْہُ	حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضرت علی سے پوچھ!

(مسلم، الریاض النضرہ ص۱۵۵ ج۲)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے لوگوں سے پوچھا کہ عاشورا کے دن روزہ کی نسبت تمہیں کس نے فتویٰ دیا ہے ؟

قَالُوْعَلِیٌّ ! قَالَتْ اَمَّا اَنَّہٗ — لوگوں نے کہا (حضرت) علی نے فرمایا وہ

اَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّۃِ — سنت (نبوی) کو لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں

(الریاض النضرہ ص۱۵۵ ج۲)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے

لَایُفْتِیَنَّ اَحَدٌ فِی الْمَسْجِدِ وَ — کہ حضرت علی کی موجودگی میں کوئی شخص

عَلِیٌّ حَاضِرٌ (استیعاب ص۴۷۵ ج۲) — مسجد میں فتوی نہ دیا کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

خَطَبَنَا عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ — حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو خطبہ دیا اور

اَقْضَانَا عَلِیٌّ — اس میں فرمایا کہ ہم میں بڑے قاضی علی ہیں

(استیعاب ص۴۷۵ ج۲ حلیۃ الاولیاء ص۶۵ ج۱ الریاض النضرہ ص۱۹۲ ج۲ صواعق محرقہ ص۷۶)

حضرت علی مرتضٰے کرم اللہ وجہہ الکریم کی ریش مبارک بہت گھنی اور بھری ہوئی تھی چنانچہ ایک دن ایک یہودی جس کی داڑھی بھری ہوئی نہیں، بلکہ کہیں کہیں چند بال تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا کہ اے علی آپ کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں ہر شئی کا بیان ہے اگر یہ ٹھیک ہے تو بتایئے قرآن میں میری اس مختصر اور آپکی گھنی داڑھی کا بھی بیان ہے ؟ فرمایا ہاں سُنو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُہٗ بِاِذْنِ — جو اچھی زمین ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب

رَبِّہٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَایَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا — اگاتی ہے اور جو خراب زمین ہے وہ نہیں اگاتی مگر تھوڑا تھوڑا ۱۵۱

لہٰذا وہ اچھی زمین میری تھوڑی ہے، اور وہ خراب زمین تیری تھوڑی ہے۔

حضرت ابی حزن بن اسود فرماتے ہیں کہ ایک مجنونہ عورت نے نکاح کے ۶ ماہ بعد بچہ جنا لوگوں نے اس پر زنا کا الزام لگایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے رجم کا ارادہ فرمایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ چھ ماہ کے بعد بھی بچہ ہو سکتا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (قرآن) اور بچہ کے حمل میں رہنے اور اس کے دودھ چھوڑانے کی مدت تیس مہینے ہے اور دودھ چھڑانے کی مدت دو برس ہے فرمایا وَفِصَالُهٗ فِیْ عَامَیْنِ لہٰذا چوبیس ماہ دودھ چھڑانے اور چھ ماہ حمل میں رہنے کے پورے تیس ہوئے نیز مجنون مرفوع القلم ہیں

فَتَرَكَ عُمَرُ رَجْمَهَا وَ	تو حضرت عمرؓ نے اسکے رجم کا ارادہ ترک کر دیا
قَالَ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ	اور فرمایا اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا یعنی
عُمَرُ	ایک بے گناہ عورت کا سنگسار ہونا میری ہلاکت کا باعث بنتا

(الریاض النضرۃ ص۲۵۶ ج۲، استیعاب ص۴۷۴ ج۲)

ایک شخص نے آپ کے زمانے میں دو عورتوں سے نکاح کیا، اتفاق سے دونوں کو ایک ہی رات اور ایک ہی جگہ دو بچے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے، رات اندھیری تھی لہٰذا ان دونوں میں اختلاف ہو گیا کہ لڑکی کس کی ہے، اور لڑکا کس کا ہے ہر ایک یہی کہتی تھی کہ لڑکا میرا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اختلاف جھگڑے کی صورت اختیار کر گیا۔ آخر دونوں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور ماجرا عرض کیا آپ نے دونوں کو اپنا اپنا دودھ نکال کر لانے کا حکم دیا، جب وہ لائیں تو آپ نے دونوں کا دودھ وزن کیا جس کا دودھ وزنی نکلا، اس کو لڑکا دے کر فرمایا یہ بچہ اسکا ہے۔

فَقِيْلَ لَهٗ مِنْ اَيْنَ اَخَذْتَ هٰذَا ؟ | تو کسی نے کہا کہ یہ مسئلہ آپ نے کہاں سے نکالا

فَقَالَ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لِلذَّكَرِ مِثْلُ | ہے ؟ فرمایا اللہ کے اس فرمان سے کہ لڑکوں کے

حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ | واسطے لڑکیوں سے دوگنا ہے بیشک اللہ نے مرد کو ہر

فَضَّلَ الذَّكَرَ فِىْ كُلِّ شَىْءٍ حَتّٰى فِىْ غِذَائِهٖ | چیز میں فضیلت دی ہے یہاں تک کہ غذا میں بھی ۔

(نزہۃ المجالس صـ ۱۶۴/۲)

حضرت حنش بن معتمر فرماتے ہیں کہ ایک عورت کے پاس دو قریشی سو دینار بطور امانت رکھ گئے ، اور کہہ گئے کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے تیرے پاس نہ آئیں تم کسی ایک کو یہ امانت نہ دینا ، ایک سال گزر نے پر ان میں سے ایک نے آکر کہا کہ میرا وہ ساتھی مر گیا ہے لہٰذا وہ سو دینار مجھے دے دے ۔ اس نے دے دیے ۔ ایک سال اور گزر جانے پر وہ دوسرا ساتھی بھی آگیا اور آکر سو دینار کا مطالبہ کرنے لگا ۔ اس عورت نے کہا کہ تمہارا ساتھی میرے پاس ایک سال پہلے آیا تھا اور یہ کہہ کر کہ میرا ساتھی مر گیا ہے مجھ سے وہ سو دینار لے گیا ہے ۔ اس نے کہا کیا تمہارے ساتھ یہ عہد نہ تھا کہ جب تک ہم اکٹھے نہ آئیں یہ امانت کسی اکیلے کو نہ دینا بس اس عورت اور مرد میں جھگڑا شروع ہو گیا ۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے دونوں کے بیانات سُنے ، اور سمجھ گئے کہ یہ آدمی اس عورت سے دھوکا کر رہا ہے ۔ فرمایا

اَلَيْسَ قُلْتُمَا لَا تَدْفَعِيْهَا اِلٰى وَاحِدٍ مِّنَّا | کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جب

دُوْنَ صَاحِبِهٖ ؟ قَالَ بَلٰى ، قَالَ فَاِنَّ | تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں تم یہ مال کسی

مَالَكَ عِنْدَنَا اذْهَبْ فَجِئْ بِصَاحِبِكَ حَتّٰى | ایک کو نہ دینا ؟ کہا ہاں ، تو فرمایا تیرا مال ہمارے

نَدْ فَعُهَا اِلَیْکُمَا (الریاض النضرہ ص۲۶۲ ، پاس سے جا اپنے ساتھی کو لا اور دونوں آ

شمس التواریخ ص۴۳۳) کر اپنا مال لے جاؤ!

ایک مرتبہ کوفے سے سات آدمی اکٹھے سفر کو گئے، ایک عرصے کے بعد جب سفر سے واپس آئے تو ایک ان میں نہیں تھا، مفقود کی بیوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دربار میں آکر ان چھ آدمیوں پر اپنے خاوند کے قتل کا الزام لگا کر دعویٰ کر دیا حضرت نے ان کو بلایا اور ہر ایک کو الگ الگ مسجد کے گوشوں میں بٹھا کر ایک ایک آدمی ان پر مقرر فرمایا تاکہ ایک دوسرے کو مل کر بات نہ کر سکیں، پھر ایک کو ان میں سے بلا کر مفقود کا حال دریافت فرمایا. اس نے انکار کیا اور کہا ہم نے قتل نہیں کیا، اس کے انکار پر حضرت نے بلند آواز سے تکبیر کہی. اس کے پانچ ساتھیوں نے جب آپ کی تکبیر کی آواز سُنی تو انہوں نے گمان کیا کہ ان کے ساتھی نے سارے حالات بتا کر قتل کا اقرار کر لیا ہے. اس وجہ سے حضرت امیر نے تکبیر بلند فرمائی ہے، پھر آپ نے ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بلایا تو ان سب نے اس بنا پر اس کے قتل کا اقرار کر لیا کہ انکے ساتھی نے جب اقرار کر لیا ہے اور سارے حالات بتا دیے ہیں، تو اب ہمارا انکار کچھ فائدہ نہ دے گا وہ پہلا شخص کہنے لگا اے امیر المومنین انہوں نے اقرار کیا ہے میں نے تو اقرار نہیں کیا ہے، آپ نے فرمایا یہ لوگ تیرے ساتھی ہیں اور تیرے فعل پر شہادت دے رہے ہیں ان کی شہادت کے بعد تیرا انکار تجھے نفع نہیں پہنچاتا لہٰس اس نے بھی ان کے ساتھ اس کے قتل میں شریک ہونے کا اقرار کر لیا. جب ان کا اعتراف قتل کامل ہو گیا تو آپ نے ان پر اللہ کا حکم جاری فرمایا.

ایک مرتبہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو آدمی لڑائی جھگڑا کرتے ہوئے آئے، ایک نے عرض کیا، یا رسول اللہ میرا ایک گدھا تھا اس شخص کی گائے نے اس کو مار ڈالا ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ جانوروں کے فعل کا کوئی کیا ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا ان کے درمیان فیصلہ کر دو۔ حضرت علی نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ وہ دونوں جانور بندھے تھے یا کھلے تھے، یا ان میں سے ایک بندھا، اور دوسرا کھلا تھا۔ گدھے کے مالک نے کہا کہ میرا گدھا بندھا تھا، اور اس کی گائے کھلی تھی، اور یہ اس کے ساتھ تھا۔ گائے کے مالک نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت علی نے فرمایا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ گائے کا مالک، گدھے کے نقصان کا ذمہ دار ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی کا فیصلہ درست ہے۔ چنانچہ وہی فیصلہ جاری کیا گیا۔ (نور الابصار ص۹۸)

حضرت زر بن حبیش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے ایک کے پاس پانچ، اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں کہ اتنے میں ایک تیسرا آ گیا ان دونوں نے اس کو کھانے کی دعوت دی، وہ بھی انکے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ وہ تینوں آٹھوں روٹیاں کھا چکے تو وہ تیسرا آدمی اٹھا اور اس نے ان کو آٹھ درہم دے کر کہا کہ یہ عوض ہے اس کھانے کا جو میں نے تمہارے ساتھ کھایا ہے۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں اور تیری تین۔ لہٰذا تو تین لے اور میں پانچ۔ تین روٹیوں والے نے کہا، میں تین نہیں لوں گا بلکہ نصفا نصف۔ چار تو اور چار میں، اس پر ان میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ تصفیہ کے لئے دونوں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس حاضر ہوئے اور تمام قصہ بیان کیا۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا کہ جو کچھ تیرا دوست تجھ کو دیتا ہے خوشی سے لے لے۔ اس میں تجھے فائدہ ہے۔ اس نے کہا جب تک مجھے میرا حق نہ ملے میں خوش نہیں ہوں گا، آپ نے فرمایا تیرا حق تو صرف ایک درہم ہے۔ اس نے کہا امیر المومنین! میرا حق ایک درہم کیونکر ہے؟

قَالَ لِاَنَّ الثَّمَانِيَةَ اَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ ثُلُثًا لِصَاحِبِ الْخَمْسَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ وَلَكَ تِسْعَةٌ وَقَدِ اسْتَوَيْتُمْ فِي الْاَكْلِ فَاَكَلْتَ ثَمَانِيَةً وَبَقِيَ لَكَ وَاحِدٌ وَاَكَلَ صَاحِبُكَ ثَمَانِيَةً مَا بَقِيَ لَهُ سَبْعَةٌ وَاَكَلَ الثَّالِثُ ثَمَانِيَةً سَبْعَةٌ لِصَاحِبِكَ وَوَاحِدٌ لَكَ فَقَالَ رَجُلٌ رَضِيْتُ الْاٰنَ

(استیعاب ص۴۷۵ ـ کنزل العمال ج۵ ص۴۹۸ ـ الریاض النضرہ ص۲۶۳ ـ الصواعق المحرقہ ص۱۲۷)

فرمایا آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں ہیں پندرہ[15] تیرے ساتھی پانچ روٹی والے کی اور نو[9] تیری اور تم نے برابر کھایا ہے۔ پس تو نے آٹھ تہائیاں کھائیں، اور تیری نو[9] میں سے ایک تہائی بچی اور تیرے دوست کی پندرہ تہائیاں تھیں آٹھ اس نے کھائیں اور اس کی سات بچیں ایک تہائی تیری اور سات تیرے دوست کی، آٹھ وہ کھا گیا آٹھ تہائیاں کھا کر اس نے آٹھ درہم دیے لہٰذا فی تہائی ایک درہم تیرا اور سات تیرے دوست کے تو اس نے عرض کیا! اب میں ایک ہی پر راضی ہوں۔

ایک مرتبہ آپ گھر سے نکل کر کہیں جانے کے لئے سوار ہو رہے تھے، ایک پاؤں رکاب میں تھا کہ ایک عورت آ گئی اور عرض کیا یا امیر المومنین میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے اور مجھ کو لوگوں نے صرف ایک دینار دیا ہے۔ میں آپ سے اپنا حق ادا

انصاف پوچھنے آئی ہوں. آپ نے اسی وقت فرمایا کہ تیرے بھائی کی دو بیٹیاں ہوں گی ؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا دو ثلث یعنی چار سو دینار توان کے ہو گئے، پھر فرمایا تیرے بھائی کی ماں اور زوجہ بھی ہو گی ؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا سُدس یعنی سو دینار ماں کے اور ثمن یعنی پچھتر دینار زوجہ کے ہو گئے. پھر فرمایا تیرے بارہ بھائی ہیں ؟ کہا. ہاں! فرمایا دو دو دینار بھائیوں کو ملے. ایک دینار تیرا حق ہے، پس تو اپنا حق پا چکی ہے، جا لوٹ جا! (مطالب السئول)

ایک مرتبہ آپ کوفے کے منبر پر تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے امیرالمومنین! میری لڑکی کا خاوند مر گیا ہے اور اس کا خاوند کے ترکہ میں آٹھواں حصّہ ہے، اور میرے داماد کے وارث اس کو نواں حصّہ دیتے ہیں میں آپ سے انصاف کا خواہاں ہوں. فرمایا. تیرا داماد دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا ہے ؟ عرض کیا ہاں! فرمایا اس کے ماں باپ بھی زندہ ہیں ؟ عرض کیا ہاں! فرمایا کہ تیری لڑکی کا آٹھواں حصّہ اب نواں حصّہ ہو گیا ہے پس تو اس سے زیادہ مت طلب کر!

(مطالب السئول)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔

اَعْلَمُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بِالْفَرَائِضِ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ (الریاض النضرہ ۲/۱۵۶) — کہ مدینہ منورہ میں فرائض کو سب سے زیادہ جاننے والے علی بن ابی طالب ہیں،

کرامات حضرت ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کوفے میں تشریف لائے تو ان کے ساتھ بہت سے لوگوں نے عرب سے کوفے میں آکر بود و باش اختیار کر لی ان میں سے ایک نوجوان آپ کے لشکر میں

داخل ہوگیا اور آپ کے ساتھ لڑائیوں میں حاضر رہا. اس نوجوان نے عرب سے آئے ہوئے لوگوں میں سے ایک عورت کے ساتھ اپنا نکاح کرلیا. اسی روز آپ نے صبح کی نماز کے بعد ایک آدمی سے فرمایا کہ فلاں محلے میں ایک مسجد ہے. اس مسجد کے قریب ایک مکان ہے، اس مکان میں تجھے ایک عورت اور ایک مرد کے آپس میں تکرار کرنے کی آواز سنائی دے گی. تو ان دونوں کو جاکر میرے پاس لے آ! وہ آدمی گیا اور ان دونوں کو لے کر حاضر خدمت ہوگیا، آپ نے ان سے پوچھا کہ تم رات بھر تکرار کیوں کرتے رہے ہو؟ اس نوجوان نے عرض کیا یا امیرالمومنین میں نے اس عورت سے نکاح کیا ہے جب خلوت کا وقت ہوا مجھے اس سے قدرتی طور پر ایسی نفرت ہوگئی کہ میرا دل چاہتا تھا کہ اس کو اسی وقت گھر سے نکال دوں اور میں نے اس سے صحبت وغیرہ نہیں کی، اس وجہ سے میری اور اس کی تکرار ہو رہی تھی، کہ آپ کا خادم پہنچا اور ہم اس کے ساتھ آپ کی خدمت میں چلے آئے ہیں. آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو غیر کے سامنے بیان نہیں کی جاتیں. یہ سُن کر سب حاضرین سوائے ان دونوں کے اٹھ کر چلے گئے آپ نے اس عورت سے فرمایا کیا تو جانتی ہے کہ یہ نوجوان کون ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں! فرمایا اگر ہم تجھ پر تیری کوئی مخفی بات ظاہر کریں تو تُو انکار تو نہیں کرے گی؟ اس نے کہا نہیں! فرمایا کیا تو فلانی اور فلاں کی بیٹی نہیں ہے؟ کہا ہاں! فرمایا کیا تیرا ایک بھائی نہیں تھا اور تم دونوں میں محبت نہیں تھی؟ اس نے کہا ٹھیک ہے! فرمایا تیرا باپ تیرا نکاح اس سے نہیں کرنا چاہتا تھا اور اپنے پڑوس سے اس کو نکال دیا تھا؟ عرض کیا بالکل ٹھیک ہے! فرمایا کہ پھر تو ایک رات قضائے حاجت کے بہانے

گھر سے نکلی اور اُس سے جاکر ملی تو اس نے تجھ سے وطی کی اور تو اس سے حاملہ ہوگئی۔ اور تو نے اپنے حمل کو اپنے باپ سے چھپایا، اور تیری ماں کو یہ بات معلوم ہوگئی، وضع حمل کے وقت وہ رات کو تجھے لے کر گھر سے نکلی اور باہر جاکر تجھے لڑکا پیدا ہوا اور تم نے کپڑے میں لپیٹ کر وہیں رکھدیا۔ اور آپ وہاں سے چلیں کہ ایک کتا آیا اور اسے سونگھنے لگا۔ تجھے خوف پیدا ہوا کہ کہیں اُسے کھا نہ جائے تو تو نے ایک پتھر اٹھا کر اس کو زور سے مارا اور وہ پتھر اس بچہ کے سر پہ جالگا۔ اور اس کا سر زخمی ہوگیا۔ تو نے اور تیری ماں نے وہاں پہنچ کر اس کے سر پہ پٹی باندھی اور اس کو وہیں چھوڑ دیا اور دونوں گھر چلی آئیں۔ پھر تمہیں اس کا حال معلوم نہیں۔ وہ عورت یہ سُن کر حیران و خاموش تھی، فرمایا۔ سچ بول! عرض کرنے لگی یا امیر المؤمنین سچ ہے۔ میری ماں کے سوا کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔ فرمایا میں تو اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے۔ پھر فرمایا فلاں قوم کے لوگ صبح صبح وہیں سے گذرے وہ اس کو اٹھا کر لے گئے اور وہ ان لوگوں میں پرورش پاکر جوان ہوا اور ان کے ساتھ کوفے میں آیا اور تیرے ساتھ نکاح کیا۔ یہ تیرا وہی بیٹا ہے پھر آپ نے اس نوجوان سے فرمایا اپنا سر کھول دے! اس نے کھول دیا۔ اور زخم کا اثر نظر آیا۔

فَقَالَ هٰذَا ابْنُكِ قَدْ عَصَمَهُ اللّٰهُ	حضرت علیؓ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا ہے۔ خدا نے
مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْهِ فَخُذِيْ وَلَدَكِ	اس امر سے جو کہ اس پر حرام تھا اسکو بچایا ہے
وَانْصَرِفِيْ فَلَا نِكَاحَ بَيْنَكُمَا	اپنے بیٹے کو لے اور گھر لوٹ جا تم دونوں کے درمیان
(مطالب المسئول لطلحۃ الشافعی	نکاح نہیں ہے۔
شمس التواریخ صنہ۸۰)	

آپ کے عہدِ خلافت میں ایک حبشی غلام نے چوری کی۔ اس کو آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا تم نے چوری کی ہے؟ اس نے اقرار کرتے ہوئے کہا جی ہاں! آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ جب وہ ہاتھ کٹوا کے چلا تو راستے میں اس کو سلمان فارسی اور ابن الکراء نے اس سے پوچھا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟

اس نے جواب دیا امیر المومنین، امام المسلمین، دامادِ رسول، شوہر بتول حضرت علی نے۔ ابن الکراء نے کہا انہوں نے تو تیرا ہاتھ کاٹ دیا اور تو ان کی تعریف کر رہا ہے؟ اس نے کہا میں ان کی تعریف کیوں نہ کروں، انہوں نے میرا ہاتھ عدل کرتے ہوئے از روئے حق کاٹا ہے اور مجھے دوزخ سے بچایا ہے! حضرت سلمان فارسی نے اس کا یہ جواب امیر المؤمنین حضرت علی کی خدمت میں آکر عرض کر دیا۔ آپ نے اس حبشی کو بلایا

وَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى سَاعِدِهٖ وَغَطَّاهُ بِمِنْدِيلٍ وَدَعَا بِدَعَوَاتٍ فَسَمِعْنَا صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ اِرْفَعِ الرِّدَاءَ عَنِ الْيَدِ فَرَفَعْنَاهُ فَاِذَا الْيَدُ قَدْ بَرَأَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَجَمِيْلِ صُنْعِهٖ

(تفسیر کبیر ص ۴۷۹، ج ۵)

اور اس کا ہاتھ اس کے پہنچے پہ رکھ کر رومال سے ڈھانپ دیا اور دعا فرمائی تو ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ رومال کو ہاتھ سے اٹھا دو تو جونہی ہم نے رومال اٹھایا اس کا ہاتھ اللہ کے حکم اور اسکی قدرت کی خوبی سے درست ہو گیا تھا۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی اور آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم

نے ایک رات ایک شخص کو سُنا جو نہایت دردناک لہجے میں اشعار پڑھ رہا تھا جن کا مضمون یہ تھا کہ اللہ تو بخشنہار ہے میری خطا کو معاف فرما کر مجھے بخش دے حضرت علی نے دونوں صاحبزادوں کو فرمایا کہ اس کو بلاؤ! ان کے بلانے پر وہ شخص حاضر ہوا، اس کا دایاں ہاتھ سوکھا ہوا بیکار تھا، آپ نے اس سے فرمایا کہ میں نے تمہارے اشعار سُنے ہیں، کیا معاملہ ہے؟ اس نے عرض کیا حضور میں وہ شخص ہوں جو عیش و عشرت اور گناہوں میں مشغول رہتا تھا۔ اور میرے والد مجھے نصیحت کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفتیں بھی ہوا کرتی ہیں اور سزائیں بھی جو ظلم کرنے والوں سے دور نہیں ہوتیں۔ ایک دن انہوں نے مجھے سختی سے نصیحت کی تو میں ان کو مار بیٹھا۔ انہوں نے قسم کھالی، وہ میرے لئے بد دعا کرنے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے مکۂ مکرمہ جائیں گے۔ چنانچہ وہ گئے اور میرے لئے بیت اللہ شریف میں بد دعا کی، بس اسی وقت سے میرا یہ دایاں ہاتھ خشک اور بیکار ہو گیا۔ میں اپنے کئے پر بہت نادم و شرمسار ہوا۔ ان کی منت و سماجت کی معافی مانگی یہاں تک کہ میں نے ان کو راضی کر لیا تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے لیے دعا کرنے میں بھی وہیں جاؤں گا جہاں بد دعا کی تھی۔ چنانچہ میں نے ان کو اونٹنی پر سوار کر دیا مگر اونٹنی بدک گئی اور ان کو پتھروں کے درمیان لے جا کر پھینک دیا، وہ اسی وقت مر گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اگر تمہارے والد خوش ہو گئے تھے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بھی خوش ہو گئے، اس نے عرض کیا۔ خدا کی قسم میرے والد مجھ سے خوش ہو گئے تھے، آپ نے چند رکعتیں پڑھیں اور آہستہ آہستہ دعا کی اس کا ہاتھ اسی وقت درست ہو گیا فرمایا اگر تمہارے والد خوش نہ ہوئے ہوتے تو میں تمہارے لئے دعا نہ کرتا (رجال الاولیاء ۲۰۱)

حضرت علی بن زاذان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک حدیث بیان فرمائی تو ایک شخص نے اس کی تکذیب کی۔ آپ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہو تو میں تیرے لئے بد دعا کروں؟ اس نے کہا ہاں!

فَدَعَا عَلَیْهِ فَلَمْ یَبْرَحْ حَتّٰی ذَهَبَ بَصَرُهٗ

آپ نے اس پر بد دعا فرمائی پس وہ وہاں سے ابھی ہٹا بھی نہ تھا کہ اس کی بینائی جاتی رہی

(الریاض النضرۃ ص۲۹۶) الصواعق المحرقہ ص۱۲۷) البدایہ والنہایہ ص۵/۸)

تواضع

حضرت ابو مطر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مسجد سے نکل کر جا رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی اپنا تہبند اوپر اٹھاؤ۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو امیر المومنین حضرت علی کرم (کرم اللہ وجہہ) تھے۔ آپ کے ہاتھ میں درہ تھا میں آپ کے ساتھ ہو گیا آپ اونٹوں کے بازار میں تشریف لے گئے اور تاجروں سے فرمایا بیچو مگر قسم نہ کھاؤ کیونکہ اس سے برکت جاتی رہتی ہے اگرچہ چیز بک جاتی ہے۔ پھر ایک کھجور بیچنے والے کی دکان پر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک غلام رو رہا ہے اس سے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ اس نے کہا میں نے اس دکان والے سے ایک درہم کی کھجور خریدی ہے مگر میرے مالک نے واپس کر دی ہے اور یہ مجھ سے واپس نہیں لیتا۔ آپ نے اس دکان دار سے فرمایا یہ غلام ہے اپنا اختیار نہیں رکھتا لہٰذا اس سے واپس لے لو! اس نے تامل کیا تو میں نے کہا تو جانتا نہیں کہ یہ کون ہیں؟ یہ امیر المومنین علی ہیں! اس نے کھجوریں واپس لے لیں اور اس غلام کو درہم دے دیا۔ اور عرض کیا آپ مجھ پر خوش ہیں؟ فرمایا اگر مجھے خوش کرتا ہے تو لوگوں کو ان کا حق پورا دو! پھر آپ دوسرے دکان داروں کے پاس تشریف لے گئے فرمایا اگر

مسکینوں کو کھلاؤ گے تو تمہارے کسب میں برکت ہوگی! وہاں سے مچھلی بیچنے والوں کی دکانوں پر تشریف لے گئے اور فرمایا ہمارے بازار میں طافی یعنی وہ مچھلی جو مر کر پانی کے اوپر آجاتی ہے نہ بیچنا! پھر پارچہ فروشوں کی دکانوں پر تشریف لے گئے اور فرمایا تین درہم کی ایک قمیص مجھے دو! مگر جب دیکھا کہ دکان دار آپ کو پہچانتا ہے تو اس سے نہیں خریدا۔ دوسری دکان پر تشریف لے گئے، وہ بھی آپ کو پہچانتا تھا اس سے بھی نہ لیا۔ پھر ایک نوجوان لڑکے کی دکان پر تشریف لے گئے جو آپ کو پہچانتا نہیں تھا اس سے تین درہم کا ایک قمیص خریدا۔ جب اس کا والد دکان پر آیا تو کسی نے اس کو خبر کر دی کہ تیرے لڑکے نے امیر المومنین علی کو تین درہم کی ایک قمیص دی ہے وہ اپنے لڑکے پر بہت خفا ہوا کہ تو نے امیر المومنین سے ایک درہم زیادہ کیوں لیا؟ پھر وہ ایک درہم لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ ایک درہم آپ واپس لے لیں! فرمایا کیوں؟ اس نے عرض کیا اس قمیص کی قیمت جو آپ نے میرے لڑکے سے خریدی ہے دو درہم ہے۔ فرمایا

بَاعَنِیْ بِرِضَائِیْ وَ اَخَذْتُ بِرِضَائِہٖ — بیع وشراء طرفین کی رضا سے ہوگئی، اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔

(کنز العمال صفحہ ۵۷ ج ۶ ۔ البدایہ والنہایہ صفحہ ۵ ۔ الریاض النضرہ صفحہ ۲۳۱ ج ۲)

حضرت عنترہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں قصرِ خورنق میں حاضر ہوا سخت سردی کے دن تھے آپ نے ایک پرانا کھیس اوڑھا ہوا تھا اور شدت سردی سے کانپ رہے تھے میں نے عرض کیا یا امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کے اہل وعیال کے لئے

اس بیت المال میں حصّہ مقرر فرمایا ہے اور آپ اپنے نفس کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں۔

فَقَالَ اِنِّی وَاللّٰہِ لَا اَرْزَأُ مِنْ مَالِکُمْ شَیْئًا وَھٰذِہٖ الْقَطِیْفَۃُ ھِیَ الَّتِیْ خَرَجْتُ بِھَا مِنَ الْمَدِیْنَۃِ

تو فرمایا خدا کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ تمہارے مالوں میں سے کچھ لوں، یہ میرا وہی کھیس ہے جس کو میں مدینہ سے اپنے ساتھ لایا تھا۔

(الریاض النضرہ ص ۲/۳۱۴) (البدایہ والنہایہ ص ۸/۳) شمس التواریخ ص ۲/۱۲۹۸)

حضرت حسن بن جرموز اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) مسجد کوفہ سے نکلے آپ کے اوپر دو کپڑے تھے ایک کپڑا آپ نے بطور تہبند باندھا ہوا تھا اور دوسرا اوپر اوڑھا ہوا تھا، آپ کے ہاتھ میں درہ تھا، بازاروں میں تشریف لے گئے۔

فَاَمَرَھُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَصِدْقِ الْحَدِیْثِ وَحُسْنِ الْبَیْعِ وَالْوَفَاءِ فِی الْکَیْلِ وَالْقِسْطِ فِی الْمِیْزَانِ۔

تو آپ نے دکان داروں کو اللہ عزوجل کا خوف، سچ بولنے، کھرا سودا بیچنے، پیمانے کو پورا کرنے، اور ترازو کے برابر رکھنے کا حکم فرمایا۔

(الاستیعاب ص ۲/۴۸، الریاض النضرہ ص ۲/۳۰۵، البدایہ والنہایہ ص ۸/۳)

حضرت ابو النوار، پارچہ فروش فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین اپنے غلام قنبر کو ساتھ لئے ہوئے میری دکان پر تشریف لائے اور دو موٹے کپڑے خریدے

فَقَالَ لِغُلَامِہٖ قَنْبَرًا اِخْتَرْ اِلَیْھِمَا

تو اپنے غلام قنبر سے فرمایا دونوں میں

شِئْتَ فَخَيَّرَ قَنْبَرًا اَحَدَهُمَا	سے جس کو چاہو لے لو! تو قنبر نے ایک پسند
وَاَخَذَ الْاٰخَرَ فَلَبِسَهٗ (احمد)	کر کے لے لیا اور دوسرا آپ نے لے کر پہن لیا

حضرت ابن عباس اور ابو مطر بصری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں تین درہم سے ایک قمیض خریدا جب اس کو پہنا تو کہا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ	سب تعریف اس اللہ کیلئے ہے جسنے مجھے
مِنَ الرِّیَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی	عمدہ لباس دیا جس سے میں لوگوں میں زینت
النَّاسِ وَاُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ ثُمَّ	کروں اور اپنے ستر کو چھپاؤں گا پھر فرمایا میں
قَالَ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ	نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسے
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	ہی سُنا ہے۔ (البدایہ والنہایہ صہ ۳)

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین علی (کرم اللہ وجہہ) کو کوفے کے بازار میں دیکھا کہ دست مبارک میں تلوار لئے ہوئے فرما رہے تھے۔

مَنْ یَّشْتَرِیْ مِنِّیْ هٰذَا السَّیْفَ؟	کوئی ہے مجھ سے یہ تلوار خریدنے والا..... ؟
فَوَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ لَطَالَ مَا كَشَفْتُ	خدا کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا میں نے کئی بار اس
بِهِ الْكُرُوْبَ عَنْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ	تلوار سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ كَانَ	لڑائیوں کو فتح کیا ہے اگر میرے پاس ایک تہبند
عِنْدِیْ ثَمَنُ اِزَارٍ مَا بِعْتُهٗ	کی قیمت ہوتی تو میں اس کو ہرگز نہ بیچتا۔

(کنز العمال ص ۲۰۹۔ الریاض النضرہ ص ۲۱۴/۲، حلیۃ الاولیاء ص ۸۳/۱)

حضرت عمرو بن قیس فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ اپنی قمیض کو پیوند کیوں لگاتے ہیں ؟

قَالَ یَخْشَعُ الْقَلْبُ وَیَقْتَدِیْ بِهِ الْمُؤْمِنُ
فرمایا اس سے دل نرم رہتا ہے اور مومن اس کی پیروی کرتا ہے۔

(الریاض النضرہ صفحہ ۲/۳۰۷، کنزل العمال صفحہ ۶/۴۰۹)

حضرت صالح اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ

رَأَیْتُ عَلِیًّا اِشْتَرٰی تَمْرًا بِدِرْهَمٍ فَحَمَلَهٗ فِیْ مِلْحَفَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلَا نَحْمِلُهٗ عَنْكَ؟ فَقَالَ اَبُو الْعِیَالِ اَحَقُّ بِحَمْلِهٖ
میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور ان کو چادر میں ڈال کر خود اٹھایا ایک شخص نے کہا امیرالمومنین لائیے میں اٹھا لیتا ہوں۔ فرمایا میں ہی اس کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہوں

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۸/۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امیرالمومنین علی کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے ہیں۔ میں نے تعجب کیا تو فرمایا کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَیَرْقَعُ ثَوْبَهٗ وَیَرْكَبُ الْحِمَارَ وَیُرْدِفُ خَلْفَهٗ (احمد)
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے اور کپڑے کو پیوند لگا لیا کرتے اور گدھے پر سواری فرما لیا کرتے اور اپنے پیچھے دوسرے کو بھی بٹھا لیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن شریک اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپکی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا۔ اس کی خوشبو۔ رنگ اور ذائقہ کتنا اچھا ہے۔

وَلٰكِنْ اَكْرَهُ اَنْ اُعَوِّدَ نَفْسِيْ مَا لَمْ تَعْتَدْ

لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی بناؤں جس کا وہ عادی نہیں ہے۔

(کنز العمال ص۱۲ الریاض النضرہ ص۳، حلیۃ الاولیاء ص۸)

حضرت عبداللہ بن زرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عیدالاضحیٰ کے دن امیرالمومنین حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا. آپ نے میرے آگے حریرہ رکھا میں نے عرض کیا امیرالمومنین اللہ آپ کو سلامت رکھے. اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے مال و متاع کی کثرت کی ہے (مطلب یہ ہے کہ اس قدر مال و متاع کے ہوتے ہوئے عید کے دن (حریرہ)) فرمایا اے عبداللہ!

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِلْخَلِيْفَةِ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ اِلَّا قَصْعَتَانِ قَصْعَةٌ يَاْكُلُهَا هُوَ وَاَهْلُهٗ وَقَصْعَةٌ يَضَعُهَا بَيْنَ اَيْدِي النَّاسِ

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ خلیفۃ المسلمین کیلئے خدا کے مال سے دو پیمانوں سے زیادہ لینا حلال نہیں۔ ایک پیمانہ تو اس کے اور اس کے اہل و عیال اور دوسرا اس کے مہمانوں کے لئے۔

(الریاض النضرہ ص۲/۳ ، البدایہ والنہایہ ص۳)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امیرالمومنین حضرت علیؓ کی خدمت میں دارالامارۃ کوفہ میں حاضر ہوا. آپ کے سامنے جو کی روٹی اور ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا، روٹی ایسی خشک تھی کہ کبھی اپنے ہاتھوں سے اور کبھی گھٹنے پر رکھ کر توڑتے تھے یہ دیکھ کر مجھے بہت احساس ہوا تو میں نے آپکی لونڈی فضہ سے کہا

اَلَا تَرْحَمِیْنَ عَلٰی ھٰذَا الشَّیْخِ

کہ تجھے اس بزرگ پر ترس نہیں آتا، ان کے لئے جو چھان کر روٹی پکایا کر۔ کیا تو نہیں دیکھتی کہ روٹی پر بھوسی لگی ہوئی ہے اور اس کے توڑنے پر ان کو کیسی مشقت ہوتی ہے، فضہ نے جواب دیا امیر المومنین نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم ان کے لئے کبھی بھی چھان کر نہ پکایا کریں۔ یہ سن کر امیر المومنین میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابن غفلہ تو اس لونڈی سے کیا کہہ رہا ہے میں نے جو کچھ کہا تھا عرض کر دیا اور التجا کی اے امیر المومنین آپ اپنی جان پر رحم فرمایئے اور اتنی مشقت نہ اٹھایئے!

فَقَالَ وَیْحَکَ یَا سُوَیْدِ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَھْلُہٗ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا نُخِلَ لَہٗ طَعَامٌ قَطُّ وَلَقَدْ جُعْتُ بِالْمَدِیْنَۃِ جُوْعًا شَدِیْدًا فَخَرَجْتُ بِطَلَبِ الْعَمَلِ فَاِذَا بِامْرَأَۃٍ قَدْ جَمَعَتْ مَدَرًا تُرِیْدُ اَنْ تَبُلَّہٗ فَقَاطَعْتُھَا عَلٰی ذُنُوْبٍ تَمْرَۃٍ فَمَدَدْتُ سِتَّۃَ عَشَرَ ذُنُوْبًا حَتّٰی مَجَلَتْ یَدَایَ ثُمَّ اَخَذْتُ التَّمْرَ وَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُہٗ فَاَکَلَ مِنْہُ

تو آپ نے فرمایا اے سوید تجھ پر افسوس ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے اہل وعیال نے کبھی تین دن برابر گیہوں کی روٹی شکم سیر ہوکر نہیں کھائی اور نہ ہی کبھی آپ کیلئے آٹا چھانکر پکایا گیا اور ایک دفعہ میں مدینہ منورہ میں سخت بھوکا تھا تو مزدوری کیلئے نکلا، دیکھا کہ ایک عورت مٹی کے ڈھیلوں کو جمع کر کے ان کو بھگونا چاہتی تھی میں نے اس سے فی ڈول ایک کھجور اجرت طے کی اور سولہ ڈول ڈالکر اس مٹی کو بھگو دیا یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے پھر وہ کھجوریں لے کر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور

حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا تو آپ نے بھی ان کھجوروں میں سے کھائیں۔

نہج البلاغتہ میں آپ کا ارشاد مبارک نقل کیا گیا ہے۔ فرمایا۔

وَاللّٰہِ لَدُنْیَاکُمْ ھٰذِہٖ	خدا کی قسم! جو تمہاری دنیا ہے یہ میری
اَھْوَنُ فِیْ عَیْنِیْ مِنْ عِرَاقِ	نظروں میں اس خنزیر کی ادھڑی جو کسی
خِنْزِیْرٍ فِیْ یَدِ مَجْذُوْمٍ	جذامی کے ہاتھ میں ہو اس سے بھی زیادہ
(نہج البلاغۃ ص ۲۰۵)	ذلیل ہے۔

غور و فکر سے کام لینے والے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ جس خلافت کا یہ حال ہو کہ نہ پیٹ بھر روٹی ملے اور نہ پہننے کو کپڑا۔ اور کاموں کی اس قدر کثرت کہ دن رات آرام نہیں، اور دکان، دکان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے جانا اور اس پر بھی ہر وقت خوفِ الٰہی وارد کہ کہیں کوئی کام ایسا نہ ہو جائے جو عتاب الٰہی کا باعث ہو جائے کیا ایسی خلافت کو آدمی شوق سے قبول کر سکتا ہے؟ مگر چونکہ وہ مقدس ترین لوگ اس خدمت دین و خلق کو عبادت سمجھتے تھے لہٰذا انہوں نے قبول کر لیا۔

چنانچہ مسئلۂ خلافت میں حضرت امیر المومنین علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ کا وہ ارشاد جو فیصلہ کن ہے ہدیۂ ناظرین ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ بصرہ میں تشریف لائے تو ابن الکوا، اور قیس بن عبادہ نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر عرض کیا یا امیر المومنین! بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ آپ ان کے بعد خلیفہ ہوں گے، کیا یہ بات درست ہے؟ کیونکہ آپ سے بڑھ کر اس بات کو اور کوئی نہیں جان سکتا حضرت علی نے فرمایا یہ بالکل غلط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا۔ اگر آپ نے مجھ سے اس قسم کا کوئی وعدہ فرمایا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو ہرگز منبر رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر کھڑے نہ ہونے دیتا، اور ان کو قتل کر دیتا، خواہ کوئی میرا ساتھ دیتا یا نہ دیتا، تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نہ قتل ہوئے اور نہ آپ کا اچانک انتقال ہوا بلکہ آپ مرض الموت میں چند دن مبتلا رہے جس وقت آپ کی بیماری نے طول کھینچا تو مؤذن نے آپ کو نماز کے لئے بلایا۔ آپ نے ابوبکر صدیق رضؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، انہوں نے نماز پڑھائی اور آپ اپنے مقام پر دیکھتے رہے۔ جب دوسری نماز کا وقت آیا پھر مؤذن نے آپ کو نماز کے لئے بلایا، آپ نے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو حکم دیا پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور آپ اپنی جگہ سے دیکھتے رہے۔ حالانکہ ام المومنین (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے آپ کو روکا مگر آپ نے غضب ناک ہو کر فرمایا کہ ابوبکر ہی کو کہو کہ نماز پڑھائیں، پھر جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ہم نے اپنے امور و معاملات میں غور و فکر کیا اور اس شخص کو اپنی دنیا کے واسطے منتخب کیا جس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے واسطے منتخب کیا تھا کیونکہ نماز دین اسلام کی اصل اور جڑ ہے اور آپ دین و دنیا دونوں کے قائم رکھنے والے تھے، لہٰذا ہم نے حضرت ابوبکر رضؓ کی بیعت کر لی اور بلاشبہ وہی اس کے اہل تھے، اسی واسطے ان کی خلافت میں کسی نے اختلاف نہیں کیا اور نہ

کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔ اور نہ کوئی آپ کی خلافت سے بیزار ہوا۔ چنانچہ میں نے بھی ان کا حق ادا کیا، اور ان کی اطاعت کی اور ان کے لشکروں میں شریک ہو کر کفار سے جہاد کیا جو کچھ انہوں نے مجھے عطا کیا میں نے لے لیا اور جہاں کہیں انہوں نے مجھے بغرض جہاد بھیجا میں گیا اور دل کھول کر لڑا اور ان کے حکم سے حد شرع لگائی پھر جب ان کا وصال ہو گیا تو چونکہ وہ حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنا گئے تھے ہم نے ان کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جو حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ کیا تھا جب ان کا بھی انتقال ہونے لگا تو میں نے اپنے دل میں غور کیا اور اپنی قرابت جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور اسلام میں اپنی سبقت اور اپنے اعمال وافضال پر نظر کی تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ حضرت عمر اب میرے برابر کسی کو نہیں خیال فرمائیں گے لیکن انہیں یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں میں ایسے شخص کو خلیفہ نہ بنا جاؤں جس کا انجام اچھا نہ ہو، اسی خیال سے انہوں نے اپنے بیٹے کو بھی خلافت سے محروم کر دیا، ورنہ ان کے بیٹے سے بڑھ کر خلافت کا کون مستحق ہو سکتا تھا، چنانچہ ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب خلافت کا مسئلہ قریش کے چھ آدمیوں کے ہاتھ میں رہا جن میں ایک میں بھی تھا، چنانچہ ان چھ آدمیوں کی جماعت انتخاب خلافت کے لئے بیٹھی اور آپس میں یہ عہد کیا کہ جو خلیفہ منتخب ہو جائے اس کی اطاعت کی جائے۔ اس وقت بھی میرے دل میں خیال تھا کہ یہ مجھ سے دریغ نہ کریں گے لیکن عبدالرحمٰن بن عوف نے غور وفکر کے بعد حضرت عثمان بن عفان کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کر لی میں نے ان دوسرے چار آدمیوں کے اس کیے ہوئے عہد پر قائم رہتے ہوئے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ چنانچہ ان کے ساتھ بھی میں اسی طرح پیش آیا جس طرح

ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے ساتھ پیش آیا تھا حضرت حضرت عثمان کی بھی شہادت ہوگئی تو میں نے خیال کیا کہ وہ دونوں خلیفہ جن کی خلافت پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "صلوٰۃ" کے ساتھ عہد لیا تھا گزر گئے اور جن کے لئے مجھ سے اطاعت کا وعدہ لیا تھا وہ بھی چل بسے لہٰذا میں نے بیعت لینا شروع کر دیا چنانچہ اہل حرمین شریفین اور اہل بصرہ و کوفہ نے مجھ سے بات کر لی ہے اب اس معاملۂ خلافت میں ایک شخص میرا مقابل بن گیا ہے جو نہ تو قرابت میں میرے مثل ہے نہ علم و فضل میں نہ سبقتِ اسلام وغیرہ میں۔ بلاشبہ ہر حالت میں میں اس سے زیادہ مستحق خلافت ہوں!

(تاریخ الخلفاء ص۱۶۸)

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ اکثر خطبے میں فرماتے رہتے ہیں الٰہی ہم کو بھی ایسی ہی صلاحیتیں عطا فرما جیسی تو نے اپنے خلفاء راشدین و مہدیین کو عطا فرمائی تھیں، وہ خلفاء راشدین کون ہیں ؟ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

فَقَالَ هُمْ حَبِيْبَایَ اَبُوْ بَكْرٍ	اور فرمایا وہ میرے حبیب ابوبکر و عمر تھے
وَعُمَرُ اِمَامَا الْهُدٰى وَشَيْخَا	وہ دونوں ہدایت کے امام اور شیخ الاسلام تھے
الْاِسْلَامِ وَرَجُلَا قُرَيْشٍ	اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قریش
وَالْمُقْتَدٰى بِهِمَا بَعْدَ رَسُوْلِ	کے مقتدیٰ تھے جس شخص نے ان دونوں کی
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ	اقتدار کی اس نے نجات پائی اور جس نے اس
اقْتَدٰى بِهِمَا عُصِمَ وَ	راہ میں ثابت قدمی اختیار کی وہ اللہ کی

مَنِ اتَّبَعَ آثَارَ هُمَا هَدَى الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَمَنْ تَمَسَّكَ بِهَا فَهُوَ مِنْ حِزْبِ اللّٰهِ (تاریخ الخلفاء ص ۶۹)　　جماعت میں سے ہو گیا۔

حضرت علی مرتضیٰ مولائے مشکل کشا صاحب ذوالفقار حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات اس قدر زیادہ ہیں کہ اس مختصر کتاب میں ان کی گنجائش نہیں آپ آٹھ برس اور بقول بعض دس برس کی عمر میں اسلام لا کر ان لوگوں میں شمار ہوئے جو سب سے پہلے اسلام لائے اور آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں جن کے لئے جنت کا وعدہ دیا گیا ہے سیدۃ نساء العالمین خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے والد ماجد ہیں۔

سادات کرام اور اولاد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ پروردگار عالم نے آپ سے جاری فرمایا سلسلۂ ولایت و خلافت کے معدن و مخزن بھی آپ ہی ہیں کروڑوں اولیاء، غوث، قطب، ابدال، آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہیں، عرب و عجم بحر و بر میں آپ کی شجاعت و بہادری کا شہرہ عام ہے. آج بھی آپ کے نام نامی و اسم گرامی کی ہیبت و دبدبہ سے بڑے بڑے بہادران عالم کانپ جاتے ہیں ۵

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوّتِ پروردگار
لافتیٰ اِلّا علی لَا سَیفَ اِلّا ذُوالفقار

شہادت

جنگ نہروان میں جب سنیکڑوں خارجی امیرالمومنین حضرت علی اور آپ کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہوئے تو ان کے اندر آپ کے خلاف سخت نفرت و بغض وعناد پیدا ہوگیا تھا اور ان کے وہ افراد جو اس جنگ میں اپنی جانیں بچا کر بھاگے تھے ان کو اپنے ساتھیوں اور عزیزوں کے قتل ہونے کا بیحد رنج اور افسوس تھا۔ وہ ان کو یاد کر کے دھاڑیں مار مار کے روتے تھے چنانچہ ان میں سے بعض آدمی مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور آپس میں یہ مشورہ کیا کہ علی، معاویہ اور عمرو بن عاص ان تینوں کی وجہ سے مسلمانوں میں لڑائیاں جھگڑے ہیں لہذا ان تینوں کو قتل کر کے لوگوں کو ان کے ظلم سے نجات دلائی جائے (معاذاللہ) چنانچہ عبدالرحمٰن ابن ملجم المرادی اور برک بن عبداللہ تمیمی وعمرو بن بکیر التمیمی نے بالترتیب حضرت علی حضرت معاویہ، حضرت عمرو کے قتل کرنے کا ذمہ لیا اور یہ عہد کیا کہ ایک ہی رات میں ان تینوں کو قتل کر دیا جائے ستیرہ رمضان مقرر کر کے یہ تینوں اپنے ناپاک مقصد کو پورا کرنے کے لئے نکلے، چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خارجی جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قتل کا ذمہ لیا تھا، کوفے میں آیا اور ایک ہزار درہم میں ایک تلوار خریدی اور اس کو زہر کا بجھاؤ دیا اور آپ کی خدمت اقدس میں آنے جانے لگا، آپ جب اس کو دیکھتے تو فرماتے ۔

اُرِیْدُ حَیَاتَہٗ وَیُرِیْدُ قَتْلِیْ — میں اسکی حیاتی چاہتا ہوں اور وہ میرا قتل چاہتا

چنانچہ عبدالعزیز العبدی فرماتے ہیں کہ ایک روز ابن ملجم شقی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک سواری طلب کی آپ نے سواری دیکھ

یہ شعر پڑھا اُرِیْدُ حَیَاتَهٗ وَیُرِیْدُ قَتْلِیْ میں تو اس کی حیات چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔ پھر فرمایا اِنَّ ھٰذَا قَاتِلِیْ بیشک یہی میرا قاتل ہے۔ کسی نے عرض کیا فَمَا یَمْنَعُكَ مِنْهُ قَالَ اِنَّهٗ لَمْ یَقْتُلْنِیْ بَعْدُ پھر آپ کو اس کے قتل سے کون سی چیز مانع ہے فرمایا یہ کہ پھر وہ مجھ کو قتل نہیں کر سکے گا۔

(الاستیعاب ص ۴۸۲/۲) شمس التواریخ ص ۱۲۷۴/۴)

حضرت عبداللہ بن سبع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بر سر ممبر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس امت کا بد بخت کیا انتظار کر رہا ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا، اور آدمی کو پیدا کیا ہے مجھے ابوالقاسم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ یہ داڑھی (آپ نے اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اس کے تلوار مارنے سے رنگین ہوگی! لوگوں نے عرض کیا یاامیرالمومنین ہمیں بتایئے کہ وہ کون ہے؟ فرمایا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ میرے بعد میرے قاتل کے سوا کسی اور کو نہ مارنا! (الریاض النضرہ ص ۲۳۲/۲۔ البدایہ والنہایہ ص ۲۱۹/۶) (شمس التواریخ ص ۱۲۷۵/۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا یہ تمہاری داڑھی جب خون سے رنگین ہو جائے گی تو تم کیسے صبر کرو گے؟ حضرت علی نے عرض کیا یارسول اللہ جب ہونے والی بات میرے لئے ثابت ہو چکی ہے تو صبر کا مقام نہیں بلکہ وہ تو خوشی اور بزرگی کا مقام ہے۔

چنانچہ ایک روز ابن ملجم آپ کی خدمت میں آرہا تھا کہ راستے میں اس کی نظر ایک خارجی عورت "قطامہ" نامی پر پڑی جو کہ بڑی خوبصورت اور جوان تھی تو وہ اس

پر عاشق ہو گیا۔ ابن ملجم نے اس سے اپنے نکاح کی درخواست کی۔ اس نے کہا جانتے ہو میرا مہر کیا ہے؟ کہنے لگا کیا ہے؟ کہا؟ تین ہزار دینار، اور علی کا قتل؟ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خون کی اس وجہ سے پیاسی تھی کہ آپ نے نہروان کی لڑائی میں اس کے باپ اور بھائیوں کو قتل کیا تھا) ابن ملجم نے کہا خدا کی قسم تو نے ایسی چیز طلب کی ہے جس کے لیے میں اس شہر میں آیا ہوں کہنے لگی اگر تو علی کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو سمجھ لے کہ نجات پا گیا اور تجھے وہ چیز حاصل ہو جائے گی جو تو چاہتا ہے، اور پھر عیش کی زندگی ہو گی، اور تجھے مہر میں بھی رعایت ہو جائے گی۔ ابن ملجم اور اس عورت کے درمیان اس شرط و مہر پر نکاح کا عہد ہو گیا۔ چنانچہ فرزدق نے کہا ہے ؎

وَلَمْ اَرَ مَهْرًا سَاقَهٗ ذُوْ سَمَاحَةٍ
كَمَهْرِ قَطَامِ بَيْنَ عُرْبٍ وَّمُعْجَمِ
ثَلٰثَةُ اٰلَافٍ وَعَبْدٌ وَّقَيْنَةٌ
وَضَرْبُ عَلِيٍّ بِالْحُسَامِ الْمُصَمَّمِ
فَلَا مَهْرَ اَغْلٰى مِنْ عَلِيٍّ وَّاِنْ غَلَا
وَلَا قَتْلَ اِلَّا دُوْنَ قَتْلِ ابْنِ مُلْجَمِ

(ابن اثیر ص ۱۶۸/۳ و ص ۱۶۹/۳، طبری ص ۸۴/۶)

ایسا مہر کسی جواں مرد نے نہ دیکھا ہو گا جیسا کہ قطامہ کا مجمل مہر تھا یعنی ۳ ہزار درہم اور ایک غلام کا حضرت علی کو شمشیر بُرّاں سے قتل کرنا۔ حضرت علی کے قتل سے بڑھکر گراں قدر کوئی مہر کوئی نہیں ہو سکتا، اور نہ ابن ملجم کے اس قتل سے بڑھکر کوئی قتل ہو سکتا ہے۔

جس رمضان میں آپ شہید ہوئے اس رمضان میں آپ کا دستور یہ تھا کہ ایک شب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس اور ایک شب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اور ایک شب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس گزارتے اور افطار فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ نہیں کھاتے تھے فرماتے مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملوں کہ میرا پیٹ خالی ہو۔ وَ اِنَّمَا ہِیَ لَیْلَۃٌ اَوْ لَیْلَتَانِ۔ اور اب تو ایک دو رات کا معاملہ رہ گیا ہے۔

(ابن اثیر ص ۱۲۹ کنز العمال ص ۴۱۱)

جس رات آپ شہید ہوئے اس رات آپ بار بار مکان سے باہر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف نظر کر کے فرماتے واللہ یہ تو وہی وعدے کی رات ہے جب سحری کے وقت بیدار ہوئے تو اپنے فرزند ارجمند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آج رات میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور عرض کیا۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم میں نے آپ کی امت سے آرام نہیں پایا فرمایا، ان پر دعا کرو، تو میں نے یوں کہا۔

اَللّٰھُمَّ اَبْدِلْنِیْ بِھِمْ خَیْرًا مِنْھُمْ	اے اللہ مجھے ان کے بدلہ میں بہتر عطا فرما
وَاَبْدِلْھُمْ بِیْ مَنْ ھُوَ شَرٌّ مِنِّیْ	اور انہیں میرے بدلہ میں برا دے۔

آپ یہ فرما رہے تھے کہ مؤذن نے اذان کہہ دی، آپ گھر سے نکلے اور لوگوں کو نماز کے لئے آواز دیتے ہوئے چلے۔

(الریاض النضرۃ ص ۲۳۲ الاستیعاب ص ۴۸۳) (ابن اثیر ص ۱۲۸ البدایہ والنہایہ ص ۱۲/۸)

حضرت حسن بن کثیرؒ اپنے والد سے بیان فرماتے ہیں کہ جب نماز کے لئے گھر سے

نکلنے لگے تو بطخیں آپ کے سامنے آ کر زور زور سے چلّانے لگیں ہم ان کو ہٹانے لگے فرمایا ان کو چھوڑ دو یہ نوحہ کر رہی ہیں، اور آپ تشریف لے گئے مسجد میں وہ بدبخت ملعون ابن ملجم چھپا ہوا تھا جب آپ اس کے قریب سے گزرے اور بقول بعض آپ مشغول بہ نماز ہوئے تو اس شقی ازلی نے اس زور سے آپ کے تلوار ماری کہ آپ کا چہرۂ مبارک کنپٹی تک کٹتا ہوا چلا گیا۔ آپ نے فرمایا فُزْتُ وَرَبِّ الکعبہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ اس بدبخت پر چاروں طرف سے لوگ دوڑے اور اس کو گرفتار کر لیا۔ (الصواعق المحرقہ ص۱۳۲ ابن اثیر ص۱۲۸/۳ شمس التواریخ ص۲۸۰/۴)

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دو آدمی سب سے زیادہ شقی و بدبخت ہیں ایک وہ جس نے حضرت صالح کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور دوسرا وہ جو تیرے سر پر تلوار مارے گا اور داڑھی خون سے تر بتر ہو جائے گی۔ (المستدرک حاکم ص۱۴۱/۳ الریاض النضرہ ص۲۰۴/۲، الصواعق محرقہ ص۱۲۲ کنز العمال ص۳۹۹/۶ البدایہ والنہایہ ص۲۱۸/۷)

آپ نے وصیت فرمائی کہ خبردار میری شہادت کی وجہ سے مسلمانوں میں کشت و خون نہ ہونے پائے جان کا بدلہ جان ہے، اگر میں وفات پا جاؤں تو میرے قاتل کے سوا کسی اور کو نہ مارنا اور اسے ایک ہی ضرب لگانا، ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مثلہ کرنے سے بچو، اگرچہ کاٹ کھانے والا کتا ہی کیوں نہ ہو اور اگر میں زندہ رہا تو مجھے اس کے بخشنے اور بدلہ لینے میں اختیار ہو گا، پھر میں اپنی رائے کو دیکھوں گا۔

(الریاض النضرہ ص۲۳۴/۲ ابن اثیر ص۱۶۹/۳)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کی وفات شریف کا وقت قریب آگیا تو آپ نے مجھے بلا کر وصیت فرمائی۔

هٰذَا مَا اَوْصٰى بِهٖ عَلِيُّ ابْنُ	یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب
اَبِيْ طَالِبٍ اَخُوْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ	محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ عَمِّهٖ	ان کے ابن عم اور ان کے صاحب
وَصَاحِبِهٖ اَوَّلُ وَصِيَّتِيْ اِنِّيْ	نے کی ہے پہلی تو یہ کہ میں گواہی
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ	دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
مُحَمَّدًا رَسُوْلُهٗ وَخِيَرَتُهٗ	نہیں اور حضرت محمد (صلے اللہ علیہ
اِخْتَارَهٗ بِعِلْمِهٖ وَارْتَضَاهُ	وسلم) اللہ کے رسول اور اس کے
لِخَلْقِهٖ وَاَنَّ اللّٰهَ بَاعِثُ مَنْ فِيْ	برگزیدہ ہیں، اس نے اپنے علم
الْقُبُوْرِ وَسَائِلُ النَّاسِ عَنْ	سے ان کو رسالت کے لئے چن
اَعْمَالِهِمْ عَالِمٌ بِمَا فِي الصُّدُوْرِ	لیا اور اپنی مخلوق کی ہدایت
ثُمَّ اِنِّيْ اُوْصِيْكَ يَا حَسَنُ	کے لئے پسند کیا، اور جو لوگ
وَكَفٰى بِكَ وَصِيًّا بِمَا	قبروں میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں
اَوْصَانِيْ بِهٖ رَسُوْلُ	زندہ کرے گا اور ان کے اعمال
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	کی پرسش فرمائے گا اور جو کچھ
وَسَلَّمَ الخ	لوگوں کے دلوں میں ہے اس کو
	وہ جانتا ہے اس کے بعد اے
	حسن میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں۔

اور میری وصیت تجھ کو کافی ہے اور یہ وہی وصیت ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کی ہے پس جب کہ حالات ایسے ویسے ہوں تو گھر میں رہ، اپنے گناہوں پر رویا کر، اے فرزند میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ نماز وقت پر ادا کر، جب تو زکوٰۃ دے تو اس کے مستحق کو دے۔ جب کوئی امر مشتبہ ہو تو اس میں ساکت رہ خوشی اور غصہ کی حالت میں میانہ روی اور عدل اختیار کر۔ ہمسایہ کے ساتھ نیکی کر، مہمان کی توقیر و تکریم کر۔ کمزوروں اور مصیبت زدہ لوگوں پر رحم کر، صلہ رحم بجا لا، مسکینوں سے محبت کر، اور ان کے پاس بیٹھا کر، تواضع اختیار کر کہ یہ افضل عبادت ہے۔ موت کو یاد رکھ۔ زہد اختیار کر، اس لئے کہ تو موت سے چھوٹ نہیں سکتا دنیا بلاؤں اور مصیبتوں کے نازل ہونے کا مقام ہے خلوت و جلوت میں اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ ہر قول و فعل کو شریعت کے مطابق کر جب کوئی چیز امور آخرت میں سے تجھ کو پیش آئے تو اس میں جلدی کر اور جب کوئی چیز امور دنیا میں سے تجھ کو پیش آئے تو اس میں تامل و تحقیق کر۔ یہاں تک کہ اس میں تیرے لئے بھلائی ہو، ایسے مقامات کہ جہاں تہمت کا اندیشہ ہو اور ایسی صحبتیں جن میں برائی کا گمان ہو نہ جایا کر، اس واسطے کہ جو شخص خود برا ہے وہ اپنے ہم صحبت کو بھی بگاڑ دیتا ہے، اے میرے فرزند تو اپنے اعمال کو اللہ کے لئے خاص اور خالص کر گنہ گار کو تنبیہ کر اور اچھی بات کا حکم کر اور بری باتوں سے منع کر، بھائیوں سے خدا کی راہ میں دوستی کر اور صالح شخص کو بسبب اس کی نیکی کے دوست رکھ۔ فاسق سے کنارہ کر اور دل میں اس کو برا سمجھ اور اپنے اعمال میں اس سے علیحدہ رہ، تاکہ ایسا نہ ہو کہ تو بھی اس کے مثل ہو جائے، بازاروں میں نہ بیٹھا کر، بیوقوفوں سے بحث و حجت نہ کر اور نہ ان کو دوست رکھ، اپنے معاش

اور عبادت میں میانہ روی اختیار کر عبادات مسنونہ میں سے اسی کو اختیار کر جس کے ادا کرنے کی تجھے طاقت ہو اور پھر اس کو ہمیشہ قائم رکھ سکوت کو اپنے اوپر لازم کر لے کہ اس سبب سے تو برائیوں سے بچ سکے گا نیکی کو اپنی ذات کے لئے مقدم کر تا کہ تجھے غنیمت حاصل ہو، ہر حال میں خدا کو یاد کر تیرے عزیز و اقارب میں جو چھوٹے ہوں ان پر شفقت کر اور جو بڑے ہوں ان کی عزت کر، جب کھانا کھانے لگے تو پہلے اس میں سے صدقہ دے دیا کر، روزہ رکھنا اپنے اوپر لازم کر لے اس لئے کہ وہ بدن کی زکوٰۃ ہے اور روزہ دار کی سپر ہے۔ اپنے نفس سے جہاد کر ہمنشیں سے ہوشیار رہ اور دشمن سے اجتناب کر، ایسی مجلسوں کو اختیار کر جن میں خدا کا ذکر ہوتا ہو، دعا زیادہ کیا کر۔ اے فرزند میں نے تجھے نصیحت کرنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی، اب میرے اور تیرے درمیان جدائی ہوتی ہے، میں تجھے تیرے بھائی محمد حنفیہ کے بارے میں نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ تیرے باپ کا بیٹا ہے، اور مجھے جس قدر اس سے محبت ہے تو جانتا ہے، اور تیرا بھائی حسین، وہ تیرا ہم بطن بھائی ہے تیری ماں اور تیرے باپ دونوں کا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے بعد تمہارا نگہبان ہے میں اس سے سوال کرتا ہوں کہ تمہارے کاموں کی اصلاح کرے اور سرکشوں اور باغیوں کے شر سے تمہیں بچائے (آمین) بیٹا صبر کرنا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (نور الابصار ص۱۱۱)

حضرت صعصعہ بن صوحان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت بدبخت ابن ملجم نے تلوار سے آپ کو سخت ضرب لگائی سب لوگ جمع ہو گئے، تو آپ نے ہمیں خطبہ دیا۔

فَقُلْنَا یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِسْتَخْلِفْ — تو ہم نے عرض کیا یا امیر المومنین ہم پر خلیفہ مقرر فرما دیجیے

عَلَيْنَا فَقَالَ اَتْرُكُكُمْ كَمَا تَرَكَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْتَخْلِفْ عَلَيْنَا فَقَالَ اِنْ يَّعْلَمُ اللّٰهُ خَيْرًا يُوَلِّ عَلَيْكُمْ خِيَارَكُمْ قَالَ عَلِيٌّ فَعَلِمَ اللّٰهُ فِيْنَا خَيْرًا فَوَلّٰى عَلَيْنَا اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

المستدرک حاکم ص۱۴۵

کنزل العمال ص۴۱

فرمایا میں تمہیں اسی طرح چھوڑتا ہوں جسطرح ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا کیونکہ ہم نے بھی عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ہم پر خلیفہ مقرر فرما دیجئے تو آپ نے فرمایا تھا کہ بیشک اللہ جانتا ہے کہ تم میں کون بہتر ہے اور وہ تمہاری بہتری کو تم پر مقرر فرمائے گا۔ حضرت علی نے فرمایا پس اللہ نے ہم میں بہتر حضرت ابوبکر کو جانا اور ان کو ہم پر مقرر فرما دیا۔

حضرت عمرو بن ذی مر فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی کی خدمت میں آخری وقت حاضر ہوا۔ آپ اپنے سر کو ٹپکا باندھے ہوئے وصیت فرما رہے تھے، جب وصیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اِنِّيْ مُفَارِقُكُمْ فَبَكَتْ اُمُّ كَلْثُوْمٍ مِّنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ. فَقَالَ لَهَا اُسْكُتِيْ فَلَوْ تَرَيْنَ مَا اَرٰى لَمَا بَكَيْتِ قَالَ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَاذَا تَرٰى؟ قَالَ هٰذِهِ الْمَلٰئِكَةُ وَفُوْدٌ وَالنَّبِيُّوْنَ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

سلام ہو تم پر اور اللہ کی رحمتیں برکتیں ہوں اب میں تم سے جدا ہوتا ہوں تو پردہ سے حضرت ام کلثوم کے رونے کی آواز آئی۔ فرمایا بیٹی چپ رہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اگر تم دیکھتیں تو ہرگز نہ روتیں۔ راوی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ کیا دیکھ رہے ہیں فرمایا یہ فرشتوں کی جماعت اور انبیائے کرام اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَاعَلِیُّ اَبْشِرْ فَمَا تَصِیْرُ اِلَیْہِ خَیْرٌ مِمَّا اَنْتَ فِیْہِ (شمس التواریخ ص۱۲۸۹)

تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں اے علی! تمہیں بشارت ہو کہ تم اس حالت سے بہترین حالت کی طرف لوٹنے والے ہو!

حضرت عبدالرحمٰن بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

ثُمَّ لَمْ یَتَکَلَّمْ اِلَّا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

پھر آپ نے کوئی کلام نہ فرمایا سوائے کلمۂ توحید کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَرَضَاہُ عَنْہُ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

حضرات حسنین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں اور کوفہ کے دارالامارت میں رات کے وقت آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کی عمر ترسٹھ برس کی تھی آپ کے کفن دفن سے فارغ ہو کر لوگوں نے ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹے اور ایک ٹوکری میں ڈال کر آگ لگادی اور وہ فنا فی النار ہو گیا (الصواعق المحرقہ ص۱۳۲)

حضرت ابن ابی حمزہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا۔

یَا اَھْلَ الْعِرَاقِ لَقَدْ کَانَ فِیْکُمْ رَجُلٌ بِالْاَمْسِ قُتِلَ اللَّیْلَۃَ وَاُصِیْبَ الْیَوْمَ لَمْ یَسْبِقْہُ الْاَوَّلُوْنَ وَلَمْ یُدْرِکْہُ الْاٰخِرُوْنَ بِعِلْمٍ کَانَ النَّبِیُّ

اے اہل عراق کل تم میں ایک ایسا مرد کامل تھا جس کو رات میں شہید کر دیا گیا اور آج وہ خدا کے پاس پہنچ گیا جس سے پہلے لوگوں نے سبقت نہیں کی اور نہ پچھلے اس کو

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَہٗ فِیْ سَرِیَّۃٍ کَانَ جِبْرِیْلُ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَمِیْکَائِیْلُ عَنْ یَسَارِہٖ فَلَمْ یَرْجِعْ حَتّٰی یَفْتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ کنز العمال ص۴۱۲ (طبقات ابن سعد ص۱۳۹ حلیۃ الاولیاء ص۶۵)

پہنچ نہیں سکتے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فوج کا سردار بنا کر بھیجا کرتے تو جبریل ان کے داہنی طرف اور میکائیل ان کے بائیں طرف ہوتے تھے جب تک خدائے تعالیٰ ان کو فتح نہیں دیتا تھا۔ وہ واپس نہیں ہوتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو ایک آہ بھری اور فرمایا۔ تَصْنَعُ الْعَرَبُ مَا تَشَاءُ فَلَیْسَ لَہَا اَحَدٌ یَنْہٰی اب عرب جو چاہے سو کرے اس کا کوئی خصم نہیں رہا (استیعاب ص۴۸۲ الریاض النضرہ ص۲۲۲)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا۔

ذَہَبَ الْفِقْہُ وَالْحِکْمَۃُ بِمَوْتِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ (استیعاب ص۴۷۶)

حضرت علی کی موت سے فقہ اور حکمت جاتی رہی۔

آپ کی وفات حسرت آیات پر ابوالاسود الدؤلی نے یہ شعر کہے۔

اَلَا یَا عَیْنُ وَیْحَکِ اَسْعِدِیْنَا
اَلَا تَبْکِیْ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَا

اے آنکھ تجھ پر افسوس ہے کہ تو میری موافقت کرتے ہوئے امیر المومنین (علی رضی اللہ عنہ) پر کیوں نہیں روتی ہے

وَتَبْکِیْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ عَلَیْہِ
بِعَبْرَتِہَا وَقَدْ رَاَتِ الْیَقِیْنَا

ان پر ام کلثوم رو رہی ہیں اور آنسو بہا رہی ہیں اور بیشک انہوں نے یقین جان لیا ہے۔

الا قل للخوارج حیث کانوا
فلا قرت عیون الحاسدینا

خوارج جہاں کہیں ہوں ان سے کہہ دو کہ ہمارے حاسدوں کی آنکھ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوئی۔

افی شہر الصیام فجعتمونا
بخیر الناس طرا اجمعینا

کیا رمضان کے مبارک ماہ میں ہی ہم کو نا قابل برداشت غم دینا تھا ایسے بہترین شخص سے جدا کر کے

وکل مناقب الخیرات فیہ
وحب رسول رب العالمینا

اور تم نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس میں خوبیاں ہی خوبیاں تھیں اور جس سے اللہ رب العالمین کے پیارے رسول محبت رکھتے تھے۔

اذا استقبلت وجہ ابی حسین
رایت البدر راع الناظرینا

اگر ابوالحسین حضرت علی کا چہرہ تیرے سامنے آجاتا تو دیکھتا کہ وہ چودھویں کا چاند ہے۔

وکنا قبل مقتلہ بخیر
نری مولی رسول اللہ فینا

ہم ان کی شہادت سے پہلے خیر و برکت کے ساتھ تھے کیونکہ ہم اپنے اندر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دوست دیکھتے تھے۔

یقیم الحق ولا یرتاب فیہ
ویعدل فی العدی والاقربینا

وہ حق قائم کرتے تھے جس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں کیا جاتا تھا اور وہ دوست و دشمن کے ساتھ برابر عدل کرتے تھے۔

كَانَ النَّاسُ اِذْ فَقَدُوْا عَلِيًّا
نَعَامٌ حَائِرٌ فِيْ بَلَدٍ بِسِيْنَا

حضرت علیؓ کو کھو کر لوگ ایسے ہو گئے ہیں جیسے شتر مرغ قحط سالی میں مارا مارا پریشان پھر رہا ہے

(تاریخ الخلفاء ص۱۷۲)

قبر انور کہاں ہے؟

اس میں چند اقوال ہیں حضرت شریک کہتے ہیں کہ آپ کے فرزند ارجمند امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسد اطہر کو دار الامارۃ کوفہ سے منتقل کر کے مدینہ پہنچا دیا اور متصل قبر حضرت سیدہ فاطمہ زہرا دفن کیا۔ (مسعودی)

چنانچہ محمد بن حبیب فرماتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلی شخصیت جسکو ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کیا گیا، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں (تاریخ الخلفاء، شمس التواریخ ۴، ص ۲۹۰)

حضرت سعید بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ جب آپ شہید ہوئے تو آپ کے جسد انور کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف چلے تا کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کریں، ایک جگہ رات گزارنے کے لئے ٹھیرے تو وہ اونٹ کہیں بھاگ گیا اور اس کا کوئی پتہ نہ چلا اور بعض کہتے ہیں کہ تلاش کرنے پر وہ طے کے کسی شہر میں مل گیا تھا۔ اس لئے آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا (ابن عساکر، ابونعیم)

ابن سعد طبقات میں فرماتے ہیں کہ آپ کوفہ کی جامع مسجد میں مدفون ہیں۔ ابن جوزی نے روایت کیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ آپ نجف میں مدفون ہیں جہاں پہ آج کل لوگ زیارت کرتے ہیں۔

حافظ ابو عبد اللہ نے اپنے استاد سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو وصیت فرمائی تھی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھ کو ایک تخت پر رکھ کر نجف اشرف لے جانا، وہاں تم دونوں ایک سفید پتھر دیکھو گے جس میں نور چمکتا ہو گا، پھر اس مقام پر

زمین کھودنا۔ زمین کھودتے ہوئے تم ایک تختہ پاؤ گے، وہ میری قبر ہے۔ لہٰذا مجھے وہیں دفن کر دینا (حاکم شمس التواریخ ص ۱۲۹ ج ۴)

علامہ دمیری حیٰوۃ الحیوان میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید شکار کھیلنے کے لئے نکلا۔ اس نے اپنے چیتوں کو شکار پر چھوڑا۔ شکار دوڑ کر ایک قبر کے پاس جا کر ٹھہر گیا چیتے بھی قبر سے دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے، ہارون رشید اس بات سے سخت حیران ہوا کہ اتنے میں ایک شخص آ گیا جس کو حالات معلوم تھے اس نے کہا اے امیر المومنین! یہ قبر انور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے۔ ہارون رشید نے کہا تجھے کیونکر معلوم ہے اس نے کہا میرا باپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس قبر کی زیارت کے لئے آیا کرتا تھا، اور وہ اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے۔ اور امام محمد باقر صاحب اپنے والد ماجد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس قبر انور کی زیارت کو آتے تھے اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اس کا پورا علم حاصل تھا۔ ہارون رشید نے حکم دے کر وہاں ایک پتھر کا کتبہ لگوا دیا۔ یہ پہلی تعمیر تھی جو نجف اشرف میں آپ کی قبر انور پر بنائی گئی۔ اس کے بعد سلاطین سامانیہ کے عہد دولت میں وہاں بہت سی عمارتیں بنائی گئیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ کے مدفن کو پوشیدہ کر دیا گیا ہے (تاکہ خارجی لوگ بے حرمتی نہ کریں

(الریاض النضرہ ص ۲۴۳ ج ۲) واللہ تعالیٰ اعلم

ساقیِ کوثر امام و رہنما — ابن عمِ مصطفیٰ شیرِ خدا
مرتضیٰ و مجتبیٰ جفتِ بتول — خواجۂ معصوم دامادِ رسول

ارشادات مبارکہ

آخر میں امیر المومنین، امام المتقین، سید السادات مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چند ارشادات عالیہ ہدیۂ ناظرین ہیں یہ ارشادات بلا شبہ دریائے علم وعرفان کے بے نظیر موتی اور آسمان رشد وہدایت کے چمکتے ہوئے تارے ہیں جن کی روشنی میں چلتے ہوئے انسان کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اور اپنے اخلاق پاکیزہ ترین بنا سکتا ہے۔

(۱) اَلْعِلْمُ وِرَاثَةٌ كَرِيْمَةٌ وَالْآدَابُ حُلَلٌ مُجَدَّدَةٌ وَالْفِكْرُ مِرْآةٌ صَافِيَةٌ — علم ایک ایسی وراثت ہے جو بہت ہی بزرگ ہے آداب واخلاق تازہ بتازہ زیور ہیں اور غور وفکر ایک صاف وشفاف آئینہ ہے۔

(۲) اَلْفَقْرُ يُخْرِسُ الْفَطِنَ مِنْ حُجَّتِهٖ — احتیاج عقل مند آدمی کو دلیل وحجت بیان کرنے سے گونگا بنا دیتی ہے۔

(۳) اَلصَّبْرُ شُجَاعَةٌ وَالزُّهْدُ ثَرْوَةٌ وَالْوَرَعُ جُنَّةٌ — صبر شجاعت ہے، زہد ثروت ہے۔ اور پرہیزگاری سپر ہے۔

(۴) اَلْبَشَاشَةُ حِبَالَةُ الْمَوَدَّةِ — بشاشت اور خوش رہنا دوستی ومحبت کا جال ہے

(۵) اَلصَّدَقَةُ دَوَاءٌ مُنْجِحٌ — صدقہ دینا ایک کامیاب دوا ہے۔

(۶) اِذَا قَدَرْتَ عَلٰى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْرًا لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ — جس وقت تو دشمن سے انتقام لینے پر قادر ہو جائے تو اسکو اسی شکریہ میں معاف کر دے کہ تجھے اس پر قدرت حاصل ہوگئی

(۷) إِذَا وَصَلَتْ إِلَيْكُمْ أَطْرَافُ النِّعَمِ فَلَا تُنَفِّرُوا أَقْصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكْرِ

جب تمہیں نعمتوں کے گوشے مل جائیں تو ناشکرے بن کر نعمتوں کی انتہا کو دور نہ کرو۔

(۸) الْفُرْصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ فَانْتَهِزُوا فُرَصَ الْخَيْرِ

فرصت کا زمانہ بادلوں کی طرح گزر جاتا ہے لہٰذا فرصت میں عمل خیر کی طرف سبقت کرو۔

(۹) مِنْ كَفَّارَاتِ الذُّنُوبِ الْعِظَامِ إِغَاثَةُ الْمَلْهُوفِ وَالتَّنْفِيسُ عَنِ الْمَكْرُوبِ

بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ ہے کہ درماندہ و غمگین لوگوں کی فریاد رسی کی جائے۔ اور مصیبت زدہ لوگوں کو مسرور خوش کیا جائے۔

(۱۰) أَشْرَفُ الْغِنَى تَرْكُ الْمُنَى

شریف ترین بے نیازی یہ ہے کہ اپنی آرزوؤں کو ترک کر دیا جائے۔

(۱۱) مَنْ أَطَالَ الْأَمَلَ أَسَاءَ الْعَمَلَ

جس نے آرزوؤں کو طویل کیا اس نے عمل کو خراب کیا

(۱۲) سَيِّئَةٌ تَسُوءُكَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ حَسَنَةٍ تُعْجِبُكَ

وہ برائی جو تجھے نادم و پشیمان کر دے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس نیکی سے بہتر ہے جو تجھے کبر و غرور میں مبتلا کر دے

(۱۳) احْذَرُوا صَوْلَةَ الْكَرِيمِ إِذَا جَاعَ وَاللَّئِيمِ إِذَا شَبِعَ

کریم کی سطوت سے ڈرو جب کہ وہ بھوکا ہو۔ اور بخیل و لئیم کے حملے سے ڈرو جب کہ وہ شکم سیر ہو۔

(۱۴) أَوْلَى النَّاسِ بِالْعَفْوِ أَقْدَرُهُمْ عَلَى الْعُقُوبَةِ

لوگوں میں افضل وہ معاف کرنے والا ہے جو انتقام لینے پر سب سے زیادہ قادر ہے۔

(۱۵) السَّخَاءُ مَا كَانَ ابْتِدَاءً فَأَمَّا مَا كَانَ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَحَيَاءٌ وَتَذَمُّمٌ

سخاوت یہ ہے کہ سائل کے سوال سے پہلے دیا جائے وہ عطا جو سوال کرنے پر ہو وہ سخاوت نہیں بلکہ وہ حیا اور لوگوں کی ملامت کے ڈر سے ہے۔

(۱۶) لَا غِنٰی كَالْعَقْلِ وَلَا فَقْرَ كَالْجَهْلِ	کوئی بے نیازی عقل کے برابر اور کوئی احتیاج جہالت کے برابر
وَلَا مِيْرَاثَ كَالْاَدَبِ وَلَا ظَهِيْرَ كَالْمُشَاوَرَةِ	اور کوئی میراث ادب کے برابر اور کوئی مددگار باہم مشورہ کے برابر نہیں
(۱۷) اَلصَّبْرُ صَبْرَانِ	صبر کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ جو چیز طبیعت کو ناگوار
صَبْرٌ عَلٰى مَا تَكْرَهُ	ہو اس پر صبر کرے، دوسری یہ کہ جو چیز محبوب ہو
وَصَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ	اس کے حاصل نہ ہونے پر صبر کرے۔
(۱۸) اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ	قناعت وہ مال ہے جو نیست ہونے والا نہیں
(۱۹) اَلْمَالُ مَادَّةُ الشَّهَوَاتِ	مال، تمام خواہشات کی بنیاد ہے
(۲۰) اَلْمَرْأَةُ عَقْرَبٌ حُلْوَةُ اللَّبْسَةِ	عورت ایک ایسا بچھو ہے جس کا کاٹنا نہایت شیریں ہے
(۲۱) فَقْدُ الْاَحِبَّةِ غُرْبَةٌ	دوستوں کا مفقود ہو جانا غربت ہے۔
(۲۲) اِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ	جب عقل کامل ہو جاتی ہے کلام کم ہو جاتا ہے۔
(۲۳) لَا تَرَى الْجَاهِلَ اِلَّا مُفْرِطًا	جاہل کو نہیں دیکھو گے مگر یا تو افراط میں یا
اَوْ مُفَرِّطًا	تفریط میں۔
(۲۴) لَا تَسْتَحِ مِنْ اِعْطَاءِ الْقَلِيْلِ	تھوڑی بخشش کرنے سے شرم نہ کر کیونکہ سائل
فَاِنَّ الْحِرْمَانَ اَقَلُّ مِنْهُ	کو بالکل محروم کر دینا تو اس سے بھی کم ہے۔
(۲۵) وَلَا يَسْتَحِيَنَّ اَحَدٌ اِذَا	اگر کسی سے ایسی چیز کا سوال کیا جائے جسے وہ نہ جانتا ہو تو
سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ اَنْ يَقُوْلَ	وہ اپنی لاعلمی کے اعتراف و اقرار میں ہرگز شرم نہ کرے
لَا اَعْلَمُ وَلَا يَسْتَحِيَنَّ اَحَدٌ	(یعنی صاف کہہ دے کہ میں نہیں جانتا) اور جو شخص جس چیز کو نہیں
اِذَا لَمْ يَعْلَمِ الشَّيْءَ اَنْ يَتَعَلَّمَهُ	جانتا وہ اسکے حاصل کرنے میں بھی ہرگز شرم نہ کرے۔
(۲۶) لَيْسَ الْخَيْرُ اَنْ يَكْثُرَ مَالُكَ	نیکی وبھلائی یہ نہیں ہے کہ تیرا مال واولاد زیادہ ہو جائے

وَلَدُكَ وَلٰكِنَّ الْخَيْرَ اَنْ يَّكْثُرَ عِلْمُكَ وَيَعْظُمَ حِلْمُكَ وَاَنْ تُبَاهِيَ النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ	بلکہ نیکی و بھلائی یہ ہے کہ تیرا علم و حلم زیادہ ہو جائے اور تو اپنے رب کی عبادت کے ساتھ لوگوں میں قابل فخر ہو ۔
(۲۷) اِنَّ وَلِيَّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَاِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُهٗ وَاِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَصَى اللّٰهَ وَاِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُهٗ	بلا شبہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دوست وہی ہے جو اللہ تعالےٰ کی فرماں برداری کرتا ہے اگرچہ بلحاظ جسمانی رشتہ کے دور ہو، اور بلا شبہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دشمن وہی ہے جو اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرتا ہے اگرچہ بلحاظ رشتہ داری بہت ہی قریب ہو ۔
(۲۸) يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُقَرَّبُ فِيْهِ اِلَّا الْمَاحِلُ وَلَا يُظَرَّفُ فِيْهِ اِلَّا الْفَاجِرُ وَلَا يُضَعَّفُ فِيْهِ اِلَّا الْمُنْصِفُ يَعُدُّوْنَ الصَّدَقَةَ فِيْهِ غُرْمًا وَصِلَةَ الرَّحِمِ مَنًّا وَالْعِبَادَةَ اِسْتِطَالَةً عَلَى النَّاسِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَكُوْنُ السُّلْطَانُ بِمَشُوْرَةِ النِّسَاءِ وَاِمَارَةِ الصِّبْيَانِ وَتَدْبِيْرِ الْخِصْيَانِ	ایک زمانہ لوگوں پر آئے گا جس میں بُرے لوگ بادشاہوں کے مقرب ہوں گے۔ فاسق و فاجر لوگ دانا و خوب صورت سمجھے جائیں۔ منصف و عادل کو کمزور و ضعیف کر دیا جائے گا۔ صدقہ دینا تاوان سمجھیں گے۔ صلۂ رحم کر کے احسان جتائیں گے، عبادت کر کے لوگوں پر بزرگی جتائیں گے۔ بادشاہ عورتوں کے مشورے پر چلے گا امارت وحکومت لڑکوں کی اور تدبیر ہیجڑوں کی سی ہو گی ۔

(۲۹) اِنَّ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ وَسَبِيْلَانِ مُخْتَلِفَانِ فَمَنْ اَحَبَّ الدُّنْيَا وَتَوَلَّاهَا اَبْغَضَ الْاٰخِرَةَ وَعَادَاهَا وَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَاشٍ بَيْنَهُمَا كُلَّمَا قَرُبَ مِنْ وَاحِدٍ بَعُدَ مِنَ الْاٰخِرِ

دنیا و آخرت دو دشمن اور متفاوت ہیں دونوں کے راستے مختلف ہیں تو جس نے دنیا کو بہت زیادہ محبوب رکھا اور اسی سے دوستی کی اس نے آخرت کو دشمن بنایا اور اس سے عداوت کی اور یہ دونوں (دنیا و آخرت) مشرق و مغرب کی مانند ہیں اور چلنے والا ان دونوں کے درمیان ہے۔ اب جس قدر ایک طرف سے قریب ہوگا، اسی قدر دوسری طرف سے دور ہوتا چلا جائے گا۔

(۳۰) اِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْفَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَدَّ لَكُمْ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَنَهٰكُمْ عَنْ اَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَسَكَتَ لَكُمْ عَنْ اَشْيَاءَ وَلَمْ يَدَعْهَا نِسْيَانًا فَلَا تَتَكَلَّفُوْهَا

بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر فرائض کو لازم کیا ہے تو انہیں ضائع نہ کرو، اور تمہارے لئے حدود مقرر کر دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جن اشیاء سے تمہیں منع فرمایا ہے ان سے باز رہو اور جن اشیاء سے خاموشی اختیار فرمائی ہے ان کو نسیان کی وجہ سے نہیں چھوڑا (بلکہ وہ اشیاء مباح ہیں، کرو یا نہ کرو۔ ہاں) ان کے بارے میں تکلیف نہ اٹھاؤ!

(۳۱) لَقَدْ عُلِّقَ بِنِيَاطِ هٰذَا الْاِنْسَانِ بُضْعَةٌ هِيَ اَعْجَبُ مَافِيْهِ وَذٰلِكَ الْقَلْبُ وَلَهٗ

اس انسان کے اندر ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جو عجیب و غریب ہے اور وہ دل ہے اور اس کے لئے حکمت کا مواد ہے اور بعض دل

مَوَادُّ مِنَ الْحِكْمَةِ وَ اَضْدَادُ
مِنْ خِلَافِهَا فَاِنْ سَنَحَ لَهُ
الرَّجَاءُ اَذَلَّهُ الطَّمَعُ وَاِنْ
هَاجَ بِهِ الطَّمَعُ اَهْلَكَهُ الْحِرْصُ
وَاِنْ مَلَكَهُ الْيَأْسُ قَتَلَهُ
الْاَسَفُ وَاِنْ عَرَضَ لَهُ الْغَضَبُ
اِشْتَدَّ بِهِ الْغَيْظُ وَاِنْ اَسْعَدَهُ
الرِّضَا نَسِيَ التَّحَفُّظَ وَاِنْ
نَالَهُ الْخَوْفُ شَغَلَهُ الْحَذَرُ
وَاِنِ اتَّسَعَ لَهُ الْاَمْنُ اسْتَلَبَتْهُ
الْغِرَّةُ وَاِنْ اَفَادَ مَالًا اَطْغَاهُ
الْغِنٰى وَاِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ
فَضَحَهُ الْجَزَعُ وَاِنْ عَضَّتْهُ
الْفَاقَةُ شَغَلَهُ الْبَلَاءُ وَاِنْ
جَهَدَهُ الْجُوْعُ قَعَدَ بِهِ
الضَّعْفُ وَاِنْ اَفْرَطَ بِهِ الشِّبَعُ
كَظَّتْهُ الْبِطْنَةُ فَكُلُّ تَقْصِيْرٍ
بِهِ مُضِرٌّ وَكُلُّ اِفْرَاطٍ لَهُ
مُفْسِدٌ۔

حکمت سے خالی ہوتے ہیں، تو اگر اسے کسی
چیز کی امید ہو تو طمع اسے ذلیل کر دیتی ہے
اور اگر طمع کا ہیجان ہو تو حرص اسے ہلاک
کر دیتی ہے، اور اگر یاس اس پر مسلّط
ہو جائے تو تأسف اور افسوس اسے
مار ڈالتی ہے۔ اگر غضب اسے عارض ہو تو
خشمناکیاں شدید ہو جاتی ہیں، اگر خوشی و
خرمی اس کی مساعدت کرے تو وہ بیداری
اور ہوشیاری کو فراموش کر دیتا ہے اگر ناگہاں
اسے خوف لاحق ہو جائے تو وہ خوف اسے
روگرداں کر دیتا ہے اگر امن اس کے واسطے
وسیع ہو تو غرور اسے اڑا لے جاتا ہے، اگر کوئی
مصیبت اس پر پڑ جائے تو آہ و زاری اسے
رسوا کر دیتی ہے اگر کسی مال کو حاصل کرے
تو یہ تونگری اسے گمراہ کر دیتی ہے، اگر فقر و فاقہ
کے دانت اسے کاٹ کھائیں تو یہ بلا اسے
(جملہ امور سے) روگرداں کر دیتی ہے، اگر بھوک
کی تکلیف ہو تو ضعف اسے بٹھا دیتا ہے اگر
شکم سیر ہو تو حد سے گزر جائے تو شکم سیری بھی

اسے تکلیف دیئے بغیر نہیں رہتی لہٰذا ہر ایک تقصیر اور کمی اسے نقصان پہنچانے والی ہے اور ہر ایک افراط (حد سے گزر جانا) اسے فاسد کرنے والی ہے۔

(۳۲) مَنْ اَحَبَّنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ جِلْبَابًا

جو شخص ہم اہلبیت کو محبوب رکھتا ہے اس کو فقر کا لباس پہننے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔

(۳۳) لَا يُقِيمُ اَمْرَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اِلَّا مَنْ لَّا يُصَانِعُ وَلَا يُضَارِعُ وَلَا يَتَّبِعُ الْمَطَامِعَ

اللہ سبحانہ کے حکم کو وہی قائم رکھ سکتا ہے جو خلقت کے ساتھ مدارات پیش آئے اور اس کا مطیع نہ ہو اور جا بجا طمع کی پیروی کرنے والا نہ ہو۔

(۳۴) لَا مَالَ اَعْوَدُ مِنَ الْعَقْلِ وَلَا وَحْدَةَ اَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ وَلَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا كَرَمَ كَالتَّقْوٰى وَلَا قَرِيْنَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ وَلَا مِيْرَاثَ كَالْاَدَبِ وَلَا قَائِدَ كَالتَّوْفِيْقِ وَلَا تِجَارَةَ كَالْعَمَلِ الصَّالِحِ وَلَا رِبْحَ كَالثَّوَابِ وَلَا وَرَعَ كَالْوُقُوْفِ عِنْدَ الشُّبْهَةِ وَلَا زُهْدَ كَالزُّهْدِ فِي الْحَرَامِ وَلَا عِلْمَ كَالتَّفَكُّرِ وَلَا عِبَادَةَ كَاَدَاءِ الْفَرَائِضِ وَلَا اِيْمَانَ كَالْحَيَاءِ وَالصَّبْرِ وَلَا حَسَبَ كَالتَّوَاضُعِ وَلَا

کوئی مال عقل سے زیادہ نفع بخش نہیں۔ کوئی تنہائی تکبر سے زیادہ وحشتناک نہیں، کوئی عقل مندی تدبر و تدبیر کے برابر نہیں کوئی بزرگی تقویٰ و پرہیزگاری کے برابر نہیں کوئی مصاحب حسن خلق جیسا نہیں۔ کوئی میراث ادب کے برابر نہیں، کوئی پیشرو توفیق خداوندی کے برابر نہیں کوئی تجارت عمل صالح کے برابر نہیں، شبہات کے وقت ٹھہر جانے سے عمدہ کوئی پرہیزگاری نہیں محرمات سے بچنے کے برابر کوئی زہد نہیں اور کوئی علم تفکر کے برابر نہیں کوئی عبادت فرائض کی ادائیگی کے برابر نہیں

شَرَفَ کَالعِلْمِ وَلَا عِزَّ کَالحِلْمِ وَلَا مُظَاهَرَۃَ اَوْثَقَ مِنَ الْمُشَاوَرَۃِ

کوئی ایمان حیا و صبر کے برابر نہیں۔ کوئی حسب (بزرگی) تواضع کے برابر نہیں، کوئی شرف علم، اور کوئی عزت حلم کے برابر نہیں، کوئی معاون و مددگار مشورہ کرنے سے زیادہ مضبوط نہیں۔

(۳۵) کَمْ مِّنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْاِحْسَانِ اِلَیْہِ وَ مَغْرُوْرٍ بِالسَّتْرِ عَلَیْہِ وَ مَفْتُوْنٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِیْہِ وَمَا ابْتَلَی اللّٰہُ اَحَدًا بِمِثْلِ الْاِمْلَاءِ لَہٗ

بہت سے صاحب جاہ و شرف ایسے ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے مگر وہ نافرمانی کرتے ہیں بہت سے اسی بات پر مغرور ہیں کہ اللہ نے انکی پردہ پوشی کر رکھی ہے، بہت سے اسی بات پر مفتون ہیں کہ لوگ انکی شان میں نیک اقوال بیان کرتے ہیں، خوب یاد رکھو اللہ نے ہر ایک کو مہلت دی ہے اور آزمائش میں ڈال رکھا ہے۔

(۳۶) مَثَلُ الدُّنْیَا کَمَثَلِ الْحَیَّۃِ لَیِّنٌ مَسُّھَا وَالسَّمُّ النَّاقِعُ فِیْ جَوْفِھَا یَھْوِیْ اِلَیْھَا الْغِرُّ الْجَاھِلُ وَیَحْذَرُھَا ذُوالّلُبِّ الْعَاقِلُ

دنیا کی مثال اس سانپ کی سی ہے جو چھونے سے تو ملائم و نرم معلوم ہوتا ہے مگر اسکی کچلیوں میں زہر بھرا ہوا ہے جو قاتل و مہلک ہے فریب خوردہ جاہل تو اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور عقل مند دانا انسان اس سے بچتا ہے۔

(۳۷) شَتَّانَ مَا بَیْنَ عَمَلَیْنِ عَمَلٌ تَذْھَبُ لَذَّتُہٗ وَتَبْقٰی تَبِعَتُہٗ وَعَمَلٌ تَذْھَبُ مَؤُوْنَتُہٗ وَیَبْقٰی اَجْرُہٗ

دو کاموں میں کس قدر فرق ہے ایک کام تو وہ ہے جس کی لذت فنا ہو جاتی ہے اور تکلیف باقی رہتی ہے دوسرا وہ ہے جس کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے اور اجر و ثواب باقی رہتا ہے۔

(۳۸) وَعَجِبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ الَّذِیْ كَانَ بِالْاَمْسِ نُطْفَةً وَّيَكُوْنُ غَدًا جِيْفَةً وَعَجِبْتُ لِمَنْ شَكَّ فِي اللّٰهِ وَهُوَ يَرٰی خَلْقَ اللّٰهِ وَعَجِبْتُ لِمَنْ نَسِيَ الْمَوْتَ وَهُوَ يَرَی الْمَوْتٰی وَعَجِبْتُ لِعَامِرِ دَارِ الْفَنَاءِ وَتَارِكِ دَارِ الْبَقَاءِ	مجھے غرور و تکبر کرنے والے کی حالت پر سخت تعجب ہے کہ وہ کل تو ایک قطرۂ منی تھا اور پرسوں فردا ایک مردار ہو جائے گا، اور اس شخص پر بھی سخت تعجب ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود میں شک کرتا ہے حالانکہ وہ اللہ کی مخلوق کو دیکھ رہا ہے اور اس شخص پر بھی سخت تعجب ہے جو اپنی موت کو بھول بیٹھا حالانکہ وہ مرنے والوں کو دیکھتا ہے۔ اور اس پر بھی سخت

تعجب ہے جو خالی گھر کی تعمیر میں مصروف ہے اور باقی رہنے والے مکان کو چھوڑے ہوئے ہے۔

(۳۹) اَلْعِلْمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَالِ اَلْعِلْمُ يَحْرُسُكَ وَاَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالَ وَالْمَالُ تَنْقُصُهُ النَّفَقَةُ وَالْعِلْمُ يَزْكُوْ عَلَی الْاِنْفَاقِ۔	علم مال سے بہتر ہے، کیونکہ مال کی حفاظت تجھے کرنی پڑتی ہے۔ اور علم تیری حفاظت کرتا ہے مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔
(۴۰) اَلْعِلْمُ دِيْنٌ يُّدَانُ بِهٖ يَكْسِبُ الْاِنْسَانُ الطَّاعَةَ فِيْ حَيَاتِهٖ وَجَمِيْلُ الْاُحْدُوْثَةِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ وَالْعِلْمُ حَاكِمٌ وَّالْمَالُ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ هَلَكَ خُزَّانُ الْاَمْوَالِ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَّالْعُلَمَاءُ بَاقُوْنَ مَا بَقِيَ الدَّهْرُ اَعْيَانُهُمْ مَفْقُوْدَةٌ وَّاَمْثَالُهُمْ فِي الْقُلُوْبِ مَوْجُوْدَةٌ۔	علم دین (کا علم) ہے، اسی علم کے سبب انسان اپنی زندگی میں اطاعت الٰہی حاصل کرتا ہے اور اسکی وفات کے بعد اس کا ذکر خیر ہوتا ہے علم حاکم ہے اور مال محکوم علیہ، مال جمع کرنے والے مصائب میں گرفتار ہیں حالانکہ وہ دنیا میں زندہ ہیں، اور علماء باقی رہیں گے جب تک زمانہ باقی ہے۔ اگرچہ انکے جسم مفقود ہو جائیں گے مگر ان کی باتیں دلوں میں موجود رہیں گی۔

(۱۴) لَاتَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُوا الْاٰخِرَةَ
بِغَيْرِ الْعَمَلِ وَيَرْجِي التَّوْبَةَ
بِطُوْلِ الْاَمَلِ يَقُوْلُ فِي الدُّنْيَا
بِقَوْلِ الزَّاهِدِيْنَ وَيَعْمَلُ فِيْهَا
بِعَمَلِ الرَّاغِبِيْنَ اِنْ اُعْطِيَ مِنْهَا
لَمْ يَشْبَعْ وَاِنْ مُّنِعَ مِنْهَا لَمْ يَقْنَعْ
يَعْجِزُ عَنْ شُكْرِ مَا اُوْتِيَ وَيَبْتَغِي
الزِّيَادَةَ فِيْمَا بَقِيَ يَنْهٰى وَلَا يَنْتَهِي
وَيَاْمُرُ بِمَا لَا يَاْتِيْ يُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ
وَلَا يَعْمَلُ عَمَلَهُمْ وَيُبْغِضُ الْمُذْنِبِيْنَ
وَهُوَ اَحَدُهُمْ يَكْرَهُ الْمَوْتَ لِكَثْرَةِ
ذُنُوْبِهٖ وَيُقِيْمُ عَلٰى مَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ لَهٗ
اِنْ سَقِمَ ظَلَّ نَادِمًا وَاِنْ صَحَّ اَمِنَ
لَاهِيًا يُعْجَبُ بِنَفْسِهٖ اِذَا عُوْفِيَ
وَيَقْنَطُ اِذَا ابْتُلِيَ اِنْ اَصَابَهٗ بَلَاءٌ
دَعَا مُضْطَرًّا وَاِنْ نَالَهٗ رَخَاءٌ
اَعْرَضَ مُغْتَرًّا تَغْلِبُهٗ نَفْسُهٗ
عَلٰى مَا يَظُنُّ وَلَا يَغْلِبُهَا عَلٰى مَا
يَسْتَيْقِنُ يَخَافُ عَلٰى غَيْرِهٖ بِاَدْنٰى

ان لوگوں میں سے نہ ہو جو بغیر عمل کے آخرت
میں بخشش کی امید رکھتے ہیں اور
امید پر بھروسہ کرتے ہوئے توبہ میں تاخیر کرتے
ہیں. دنیا کے بارے میں باتیں تو زاہدوں کی سی
کرتے ہیں، اور عمل نچے دنیاداروں کے سے
کرتے ہیں، اگر انہیں دولت دنیا عطا
کی جائے تو سیر نہیں ہوتے، اور اگر دنیا کو
ان سے روکا جائے تو قناعت نہیں کرتے
جو کچھ انہیں دیا گیا ہے اس پر شکر نہیں
کرتے اور زیادتی کے طلبگار ہیں لوگوں کو برائی
سے روکتے ہیں مگر خود باز نہیں رہتے اور
لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں، اور خود نہیں
کرتے نیکوں کو دوست رکھتے ہیں مگر
ان کے سے عمل نہیں کرتے، گنہگاروں سے
بغض رکھتے ہیں اور خود بھی انہیں میں سے
ہیں، اپنے بہت زیادہ گناہوں کی وجہ سے
موت کو مکروہ سمجھتے ہیں اور ان گناہوں پر
قائم ہیں جو موت کی کراہت کا سبب ہے
اگر بیمار ہوں تو نادم ہوتے ہیں اور اگر

مِنْ ذُنُوبِهِ وَيَرْجُوهُ لِنَفْسِهِ
بِأَكْثَرَ مِنْ عَمَلِهِ إِنِ اسْتَغْنَى
بَطِرَ وَفُتِنَ وَإِنِ افْتَقَرَ قَنِطَ
وَوَهَنَ يُقَصِّرُ إِذَا عَمِلَ وَ
يُبَالِغُ إِذَا سَأَلَ إِنْ عَرَضَتْ
لَهُ شَهْوَةٌ أَسْلَفَ الْمَعْصِيَةَ
وَسَوَّفَ التَّوْبَةَ وَإِنْ عَرَتْهُ
مِحْنَةٌ انْفَرَجَ عَنْ شَرَائِطِ
الْمِلَّةِ يَصِفُ الْعِبْرَةَ وَلَا
يَعْتَبِرُ وَيُبَالِغُ فِي الْمَوْعِظَةِ
وَلَا يَتَّعِظُ فَهُوَ بِالْقَوْلِ مُدِلٌّ
وَمِنَ الْعَمَلِ مُقِلٌّ يُنَافِسُ
فِيمَا يَفْنَى وَيُسَامِحُ فِيمَا يَبْقَى
يَرَى الْغُنْمَ مَغْرَمًا وَالْغُرْمَ
مَغْنَمًا يَخْشَى الْمَوْتَ وَلَا يُبَادِرُ
الْفَوْتَ يَسْتَعْظِمُ مِنْ مَعْصِيَةِ
غَيْرِهِ مَا يَسْتَقِلُّ أَكْثَرَ مِنْهُ
مِنْ نَفْسِهِ وَيَسْتَكْثِرُ مِنْ طَاعَتِهِ
مَا يَحْقِرُهُ مِنْ طَاعَةِ غَيْرِهِ

صحت مند ہوں تو بیخوف ہو کر لہو و لعب
میں مستغرق ہوتے ہیں، جب عافیت سے
ہوتے ہیں تو غرور و تکبر کرتے ہیں، اور
جب آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں نا امید
ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی مصیبت آتی ہے
تو بے چین ہو کر دعا کرتے ہیں اور
اگر خوشحالی میں ہوتے ہیں تو غرور کرتے اور
اعراض کرتے ہیں۔ جو وہ گمان کرتے
ہیں ان کا نفس اسی پر غالب ہے
اور یقینی چیزوں پر غالب نہیں ہے،
اگر کوئی دوسرا چھوٹا گناہ بھی کرے تو
اس کے لئے خطرہ محسوس کرتے
ہیں اور خود اس سے بڑے گناہ پر ثواب
کی امید رکھتے ہیں۔ اگر مالدار ہو جاتے
ہیں تو اتراتے ہیں اور غربت آجاتی
ہے تو ناامید و کمزور ہو جاتے ہیں
عمل میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اور جب
مانگتے ہیں تو بہت زیادہ۔ اگر شہوت
درپیش ہو تو فوراً کر گزرتے ہیں

فَهُوَ عَلَى النَّاسِ طَاعِنٌ وَ لِنَفْسِهٖ	اور توبہ جلدی نہیں کرتے، اگر تکلیف آتی ہے
مُدَاهِنٌ اَللَّهْوُ مَعَ الْاَغْنِيَاءِ	تو صبر و ثبات اختیار نہیں کرتے، عبرتناک
اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنَ الذِّكْرِ مَعَ الْفُقَرَاءِ	واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن خود عبرت
يَحْكُمُ عَلَى غَيْرِهٖ لِنَفْسِهٖ	حاصل نہیں کرتے، دوسروں کو نصیحت
وَلَا يَحْكُمُ عَلَيْهَا لِغَيْرِهٖ	کرتے ہیں اور خود نصیحت حاصل نہیں کرتے
وَيُرْشِدُ غَيْرَهٗ وَ يُغْوِي نَفْسَهٗ	باتیں بڑی بڑی کرتے ہیں اور عمل بہت کم
فَهُوَ يُطَاعُ وَيَعْصِيْ وَيَسْتَوْفِي	کرتے ہیں۔ فانی چیزوں کے حریص ہیں اور
وَلَا يُوْفِي وَ يَخْشَى الْخَلْقَ فِي غَيْرِ	باقی چیزوں کے معاملہ میں نرم ہیں، نیک
رَبِّهٖ وَلَا يَخْشٰى رَبَّهٗ فِي خَلْقِهٖ	کاموں کو تاوان اور بُرے کاموں کو اچھا

سمجھتے ہیں، موت سے ڈرتے ہیں لیکن وقت کے ہاتھ سے جانے کا ان کو خیال نہیں جس گناہ کو اپنے لئے چھوٹا سمجھتے ہیں، اگر وہی گناہ غیر سے سرزد ہو تو اسے بہت بڑا سمجھتے ہیں جس عبادت و اطاعت کو اپنے لئے بہت بڑی سمجھتے ہیں، اگر وہی عبادت و اطاعت غیر سے واقع ہو تو اسے حقیر تصور کرتے ہیں لوگوں پر طعن کرتے ہیں اور اپنے نفس کی خاطر و مدارت میں مشغول ہیں۔ فقیروں کے ساتھ بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنے سے امیروں کے ساتھ رہ کر لغو اور عبث کاموں میں مشغول رہنا انہیں زیادہ پسند ہے اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوسروں پر حکم کرتے ہیں، اور دوسروں کے مفاد کے لئے اپنے نفس پر حکم نہیں کرتے۔ دوسروں کو رشد و ہدایت کا سبق دیتے ہیں اور اپنے نفس کو گمراہ کرتے ہیں۔ ان کی اطاعت کی جاتی ہے اور خود وہ نافرمان ہیں۔ دوسروں سے وعدہ وفائی کے طالب، اور خود وفا نہیں کرتے، اپنے رب سے نہ ڈرنے کی وجہ

سے مخلوق سے ڈرتے ہیں، اور مخلوق سے ڈرنے کے سبب سے اپنے خدا سے نہیں ڈرتے۔

(۴۲) عَلَيْكُمْ بِطَاعَةِ مَنْ لَا تُعْذَرُوْنَ بِجَهَالَتِهِ — تم پر اس شخص کی اطاعت لازم ہے جس پر تم جہالت کا عذر پیش نہیں کر سکتے۔

(۴۳) لِكُلِّ امْرِئٍ عَاقِبَةٌ حُلْوَةٌ اَوْ مُرَّةٌ — ہر ایک کام کا انجام ضروری ہے شیریں ہو یا تلخ،

(۴۴) قَدْ بُصِّرْتُمْ اِنْ اَبْصَرْتُمْ وَقَدْ هُدِيْتُمْ اِنِ اهْتَدَيْتُمْ — اگر تم صاحب بصیرت ہو گئے ہو تو دوسرے کو بھی صاحب بصیرت بنا سکتے ہو اور اگر تم ہدایت پا چکے ہو تو دوسرے کو بھی ہدایت کر سکتے ہو۔

(۴۵) لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ — مخلوق کی اطاعت خالق کی نافرمانی میں نہیں ہے

(۴۶) كَمْ مِّنْ اَكْلَةٍ مَنَعَتْ اَكَلَاتٍ — بعض اوقات ایک مضر طعام کا کھانا بہت سے کھانوں کو روک دیتا ہے۔

(۴۷) كُلُّ وِعَاءٍ يَضِيْقُ مِمَّا جُعِلَ فِيْهِ اِلَّا وِعَاءَ الْعِلْمِ فَاِنَّهٗ يَتَّسِعُ۔ — ہر برتن میں جس قدر کوئی چیز ڈالی جائے۔ اسی قدر وہ تنگ ہوتا چلا جاتا ہے مگر ظرف علم میں جس قدر زیادتی کیجائے اسیقدر وسیع ہوتا چلا جاتا ہے،

(۴۸) بِئْسَ الزَّادُ اِلَى الْمَعَادِ الْعُدْوَانُ عَلَى الْعِبَادِ — بندوں پر ظلم و زیادتی کرنا آخرت کے لئے بہت برا توشہ ہے۔

(۴۹) مِنْ اَشْرَفِ اَعْمَالِ الْكَرِيْمِ غَفْلَتُهٗ عَمَّا يَعْلَمُ — کریم کا نہایت ہی عمدہ فعل یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ان عیوب کی طرف التفات نہیں کرتا جو اسے معلوم ہیں۔

(۵۱) بِكَثْرَةِ الصَّمْتِ تَكُوْنُ الْهَيْبَةُ وَبِالنَّصَفَةِ يَكْثُرُ الْمُوَاصِلُوْنَ وَبِالْاِفْضَالِ تَعْظُمُ الْاَقْدَارُ وَبِالتَّوَاضُعِ تَتِمُّ النِّعْمَةُ وَبِالْاِحْتِمَالِ لِلْمُؤَنِ يَجِبُ السُّوْدَدُ وَبِالسِّيْرَةِ الْعَادِلَةِ يُقْهَرُ الْمُنَاوِئُ وَبِالْحِلْمِ عَنِ السَّفِيْهِ تَكْثُرُ الْاَنْصَارُ عَلَيْهِ

خاموشی اختیار کرنے سے ہیبت پیدا ہوتی ہے عدل و انصاف کرنے سے لوگوں کے ساتھ اتفاق و مواصلات پیدا ہوتی ہے، احسان و اکرام کرنے سے مرتبہ زیادہ ہوتا ہے، تواضع کرنے سے نعمتوں کی تکمیل ہوتی ہے تکالیف برداشت کرنے سے شرف و بزرگی واجب ہو جاتی ہے، میانہ روی سے دشمن مغلوب ہو جاتے ہیں۔ جاہل و نادان کے مقابلہ میں حلم اختیار کرنے سے مددگار بڑھ جاتے ہیں

(۵۱) اَلطَّامِعُ فِيْ وِثَاقِ الذُّلِّ

طمع کرنے والا ذلت و خواری کی قید میں ہے

(۵۲) اَلزَّهْوُ وَالْجُبْنُ وَالْبُخْلُ فَاِذَا كَانَتِ الْمَرْاَةُ مَزْهُوَّةً لَمْ تُمَكِّنْ مِنْ نَفْسِهَا وَاِذَا كَانَتْ بَخِيْلَةً حَفِظَتْ مَالَهَا وَمَالَ بَعْلِهَا وَاِذَا كَانَتْ جَبَانَةً فَرِقَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَعْرِضُ لَهَا

تکبر، بزدلی، بخل، مردوں کے لئے نہایت بری خصلتیں ہیں مگر عورت کے لئے بہت اچھی کیونکہ جب وہ متکبر ہوگی تو کسی کو اپنے نفس پر قابو نہیں دے گی اور جب وہ بخیل ہوگی تو اپنے اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی، اور جب وہ بزدل ہوگی تو ہر چیز سے جو اس سے معترض ہوگی ڈر کر الگ رہے گی۔

(۵۳) اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ وَاِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ

ایک گروہ اللہ کی عبادت کرتا ہے کسی چیز کی رغبت رکھتے ہوئے تو یہ عبادت تاجروں کی سی ہے اور ایک گروہ اللہ کی عبادت کرتا ہے عذاب

وَاِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ شُكْرًا فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْاَحْرَارِ

سے ڈرتے ہوئے تو یہ عبادت غلاموں کی سی ہے۔ اور ایک گروہ اللہ کی عبادت کرتا ہے شکر ادا کرتے ہوئے تو یہ عبادت آزاد لوگوں کی ہے۔

(۵۴) اَحْذَرُوْا نِفَارَ النِّعَمِ فَمَا كُلُّ شَارِدٍ بِمَرْدُوْدٍ

نعمت کو (بسبب کفران نعمت) بھگا دینے سے خدر کرو کیونکہ ہر ایک بھاگا ہوا واپس نہیں آیا کرتا

(۵۵) مَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهٗ

جو شخص تیرے متعلق نیک گمان رکھتا ہے تو اس کے گمان کی تصدیق کر۔

(۵۶) اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مَا اُكْرِهَتْ نَفْسُ عَلَيْهِ

افضل عمل وہ ہے جس کے لئے تو اپنے نفس پر جبر کرے

(۵۷) مَرَارَةُ الدُّنْيَا حَلَاوَةُ الْاٰخِرَةِ وَحَلَاوَةُ الدُّنْيَا مَرَارَةُ الْاٰخِرَةِ

دنیا کی تلخی آخرت کی شیرینی ہے اور دنیا کی شیرینی آخرت کی تلخی ہے۔

(۵۸) اِذَا اَمْلَقْتُمْ فَتَاجِرُوا اللّٰهَ بِالصَّدَقَةِ

جب تم فقیر و محتاج ہو جاؤ تو اللہ کے ساتھ صدقہ دے کر تجارت کرو یعنی صدقہ کرو!

(۵۹) اَلْوَفَاءُ لِاَهْلِ الْغَدْرِ غَدْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْغَدْرُ بِاَهْلِ الْغَدْرِ وَفَاءٌ عِنْدَ اللّٰهِ

اہل ظلم و ستم کے ساتھ وفا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظلم ہے۔ اور اہل ظلم و ستم کے ساتھ سختی و جفا کرنا اللہ کے نزدیک وفا ہے۔

(۶۰) اَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا وَاَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَّا

اپنے دوست کے ساتھ دوستی میں مبالغہ نہ کر شاید وہ کسی دن تیرا دشمن ہو جائے اور اپنے دشمن کیساتھ دشمنی میں مبالغہ نہ کر شاید وہ کسی دن تیرا دوست ہو جائے

(۶۱) قَلِيْلٌ تَدُوْمُ عَلَيْهِ اَرْجٰى مِنْ كَثِيْرٍ مَّمْلُوْلٍ

وہ تھوڑا عمل جسے تو ہمیشہ کرتا ہے اس زیادہ عمل سے افضل ہے جسے تو نے ملول اور دل برداشتہ ہو کر چھوڑ دیا ہے

(۶۲) بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْمَوْعِظَةِ حِجَابٌ مِّنَ الْغِرَّةِ

تمہارے اور نصیحتوں کے درمیان تمہاری غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔

(۶۳) سُئِلَ عَنِ الْقَدَرِ فَقَالَ طَرِيْقٌ مُّظْلِمٌ فَلَا تَسْلُكُوْهُ وَبَحْرٌ عَمِيْقٌ فَلَا تَلِجُوْهُ وَسِرُّ اللّٰهِ فَلَا تَتَكَلَّفُوْهُ

آپ سے قضاؤ قدر کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا یہ ایک تاریک راستہ ہے اس پر نہ چلو۔ یہ ایک گہرا سمندر ہے اس میں غوطہ نہ لگاؤ! یہ ایک اللہ کا بھید ہے اسکے حل کرنے میں تکلیف نہ اٹھاؤ!

(۶۴) لَوْ لَمْ يَتَوَعَّدِ اللّٰهُ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ لَكَانَ يَجِبُ اَنْ لَّا يُعْصٰى شُكْرًا لِّلنِّعْمَةِ

اگر اللہ تعالیٰ اپنی نافرمانی پر عذاب و عقوبت کا وعدہ نہ بھی فرماتا تو بھی یہی واجب تھا کہ اسکی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لحاظ سے اسکی نافرمانی نہ کی جاتی۔

(۶۵) اِتَّقُوْا مَعَاصِيَ اللّٰهِ فِي الْخَلَوَاتِ فَاِنَّ الشَّاهِدَ هُوَ الْحَاكِمُ

خلوتوں میں بھی اللہ کی نافرمانیوں سے بچو کیونکہ ان پر گواہی دینے والا خود حاکم ہے

(۶۶) مَا ظَفِرَ مَنْ ظَفِرَ الْاِثْمُ بِهٖ وَالْغَالِبُ بِالشَّرِّ مَغْلُوْبٌ

جس نے گناہ کے سبب سے فتح حاصل کی اس نے فی الحقیقت فتح نہیں پائی، اور جو ظلم وستم کے ساتھ غالب ہوا وہ حقیقۃً مغلوب ہے۔

(۶۷) اَلدَّاعِيْ بِلَا عَمَلٍ

بغیر عمل کے دعا کرنے والا ایسا ہے

كالرّامي بلا وتر

جیسا کہ بغیر کمان کے تیر اندازی کرنے والا۔

(٦٨) اَلْعَفَافُ زِيْنَةُ الْفَقْرِ وَالشُّكْرُ زِيْنَةُ الْغِنٰى

سوال نہ کرنا فقیر کی زینت ہے اور شکر کرنا مالدار کی زینت

(٦٩) يَوْمُ الْعَدْلِ عَلَى الظَّالِمِ اَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الْجَوْرِ عَلَى الْمَظْلُوْمِ

عدل وانصاف کا دن ظالم پر مظلوم کے ستم رسیدہ ہونے کے دن سے زیادہ سخت ہوگا

(٧٠) اَشَدُّ الذُّنُوْبِ مَا اسْتَهَانَ بِهٖ صَاحِبُهٗ

سخت ترین گناہ وہ ہے جسے گنہ گار ہلکا و معمولی سمجھے۔

(٧١) مَنْ نَظَرَ فِيْ عَيْبِ نَفْسِهٖ اِشْتَغَلَ عَنْ عَيْبِ غَيْرِهٖ

جس شخص نے اپنے نفس کے عیب کی طرف نظر کی وہ دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہا

(٧٢) اَكْبَرُ الْعَيْبِ اَنْ تَعِيْبَ مَا فِيْكَ مِثْلُهٗ

سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ تو لوگوں کے ان عیوب کی گرفت کرے جو تجھ میں موجود ہیں

(٧٣) قِيْلَ لَوْ سُدَّ عَلٰى رَجُلٍ بَابُ بَيْتِهٖ وَتُرِكَ فِيْهِ مِنْ اَيْنَ كَانَ يَاْتِيْهِ رِزْقُهٗ؟ فَقَالَ مِنْ حَيْثُ يَاْتِيْهِ اَجَلُهٗ!

عرض کیا گیا کہ اگر ایک شخص کو کسی مکان میں بند کر کے دروازہ بند کر دیا جائے تو اس کو رزق کہاں سے حاصل ہوگا؟ فرمایا جہاں سے اس کی اجل آئے گی!

(٧٤) اَلْعِلْمُ مَقْرُوْنٌ بِالْعَمَلِ فَمَنْ عَلِمَ عَمِلَ وَالْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ فَاِنْ اَجَابَهٗ

علم و عمل دونوں قریب ہیں جسے علم ہے وہ عمل بھی کرتا ہے علم عمل کو پکارتا ہے، اگر اس نے اس کی آواز کو

وَ اِلَّا رَحَلَ عَنْهُ

سن لیا تو خیر ورنہ علم کوچ کر جاتا ہے۔

(۷۵) اَلَا وَاِنَّ مِنَ النِّعَمِ سَعَةَ الْمَالِ
وَ اَفْضَلُ مِنْ سَعَةِ الْمَالِ صِحَّةُ الْبَدَنِ
وَ اَفْضَلُ مِنْ صِحَّةِ الْبَدَنِ تَقْوَى الْقَلْبِ

آگاہ ہو جاؤ کہ وسعت مال ایک نعمت ہے اور وسعت مال سے افضل تندرستی ہے اور تندرستی سے افضل قلب کی پرہیزگاری ہے

(۷۶) مَنْ صَارَعَ الْحَقَّ صَرَعَهُ

جو حق سے مقابلہ کرے گا حق اسے بچھاڑ دے گا

(۷۷) اَلتُّقٰی رَئِیْسُ الْاَخْلَاقِ

پرہیزگاری تمام اخلاق کی سرتاج ہے۔

(۷۸) اِنَّمَا هُوَ عِیْدٌ لِمَنْ قَبِلَ اللّٰهُ صِیَامَهُ وَشَكَرَ قِیَامَهُ وَكُلُّ یَوْمٍ لَا یُعْصَی اللّٰهُ فِیْهِ فَهُوَ عِیْدٌ

بلاشبہ عید اس شخص کے لئے ہے جس کے روزے اللہ نے قبول فرمائے اور جسے اس کے قیام کا ثواب عطا فرمایا گیا ہے اور ہر وہ دن جس میں گناہ نہیں کیا جاتا یوم عید ہے۔

(۷۹) اَلزُّهْدُ كُلُّهُ بَیْنَ كَلِمَتَیْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِكَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ) وَ مَنْ لَّمْ یَاْسَ عَلَی الْمَاضِی وَ لَمْ یَفْرَحْ بِالْاٰتِیْ فَقَدْ اَخَذَ الزُّهْدَ بِطَرَفَیْهِ

تمام کا تمام زہد قرآن کے دو کلموں کے درمیان بیان ہوا ہے، اللہ فرماتا ہے وہ مال دنیا جو تمہیں نہیں ملا اس پر افسوس نہ کرو، اور جو تمہیں مل گیا ہے اس پر خوش و شادماں نہ ہولیں جو شخص گذشتہ پر اندوہناک نہ ہو اور آئندہ سے اسے کوئی خوشی نہ ہو تو اس نے زہد کے دونوں گوشوں کو تھام لیا (یعنی ابتدا و انتہا کو پالیا)

(۸۰) مَنْهُوْمَانِ لَا یَشْبَعَانِ

دو بھوکے ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں ہوتے

طَالِبُ عِلْمٍ وَطَالِبُ دُنْيَا	ایک طالبِ علم، دوسرا طالبِ دنیا
(٨١) لِلظَّالِمِ الْبَادِئِ	ظلم و ستم میں سبقت کرنیوالا کل قیامت
غَدًا بِكَفِّهٖ عَضَّةٌ	کے روز غم و غصہ کے سبب اپنے ہاتھ چبائیگا
(٨٢) مَنْ كَتَمَ سِرَّهٗ كَانَتِ	جس نے اپنے بھید کو چھپایا خیر و صلاح
الْخَيْرُ بِيَدِهٖ	اس کے ہاتھ میں ہے۔
(٨٣) اَلْجُوْدُ حَارِسُ الْاَعْرَاضِ	سخاوت و بخشش ناموس کی نگہبان ہے
وَالْحِلْمُ فِدَامُ السَّفِيْهِ	حلم و بردباری نادان کے ہونٹ سی دیتی ہے
وَالْعَفْوُ زَكٰوةُ الظَّفَرِ	معاف کرنا دشمن پر فتح پانے کی زکوٰۃ ہے
(٨٤) فِيْ تَقَلُّبِ الْاَحْوَالِ عِلْمُ	انقلاب حالات میں مردوں کی اصلیت
جَوَاهِرِ الرِّجَالِ	معلوم ہوتی ہے۔
(٨٥) كِتَابُكَ اَبْلَغُ مَا	تیرا خط تیرے پیام کو اچھی طرح پہچانیوالا
يَنْطِقُ عَنْكَ	ہے بہ نسبت اسکے جو تیری طرف سے کچھ زبانی بیان کرے
(٨٦) يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى	لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جبکہ قرآن ان
فِيْهِمْ مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ وَمِنَ	میں بطور رسم باقی رہیگا، اسلام کا نام ہی رہ
الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَمَسَاجِدُهُمْ يَوْمَئِذٍ	جائے گا، انکی مسجدیں بلحاظ تعمیر تو معمور ہوں
عَامِرَةٌ مِّنَ الْبِنَاءِ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى	گی مگر بلحاظ ہدایت خراب و برباد، انمیں سکونت
سُكَّانُهَا وَعُمَّارُهَا شَرُّ اَهْلِ الْاَرْضِ	کرنے والے اور تعمیر کرنیوالے بدترین اہل
مِنْهُمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَاِلَيْهِمْ تَاْوِي الْخَطِيْئَةُ	زمین ہونگے انہیں سے فتنہ و فساد کا ظہور ہوگا
يَرُدُّوْنَ مَنْ شَذَّ عَنْهَا فِيْهَا وَيَسُوْقُوْنَ	اور بدکرداریاں انہیں گھر کر جائیں گی جو شخص

مَنْ تَاَخَّرَ عَنْهَا اِلَیْهَا — گناہ سے الگ ہوگا اسے اس کی طرف لوٹائینگے اور جو گنہگاری سے پیچھے رہ جائے گا اسے گنہگاری کیطرف ہنکائیں گے ۔

(۸۷) وَقَالَ لَهٗ بَعْضُ الْیَهُوْدِ مَا دَفَنْتُمْ نَبِیَّكُمْ حَتّٰى اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ؟ فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَهٗ اِنَّمَا اخْتَلَفْنَا عَنْهُ لَا فِیْهِ وَلٰكِنَّكُمْ مَا جَفَّتْ اَرْجُلُكُمْ مِنَ الْبَحْرِ حَتّٰى قُلْتُمْ لِنَبِیِّكُمْ اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ فَقَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ — بعض یہودیوں نے آپ سے بطور اعتراض کہا کہ ابھی آپکے نبیؐ دفن بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ لوگوں نے انکی ذات میں اختلاف شروع کر دیا، فرمایا ہم نے ان کے ارشادات کے مفاہیم میں اختلاف کیا نہ کہ ان کی نبوت و رسالت یا شان میں اختلاف کیا لیکن تم لوگ وہ ہو کہ ابھی تمہارے پاؤں دریا کے پانی سے خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ تم نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ ہمارے لئے ایسا ہی خدا پیدا کر دیجئے جیسا کہ بت پرستوں کے خدا ہیں (حالانکہ تم نے دریا سے گزرتے وقت خدا کی قدرت کا اپنی آنکھوں سے معائنہ کر لیا تھا) تو تمہارے نبی نے فرمایا تھا کہ بے شک تم ایک جاہل قوم ہو!

(۸۸) عِظَمُ الْخَالِقِ عِنْدَكَ یُصَغِّرُ الْمَخْلُوْقَ فِیْ عَیْنِكَ — خداوند عالم کو بزرگ و برتر سمجھ لینا مخلوقات کو تیری نگاہوں میں حقیر کر دے گا۔

(۸۹) مَا زَنٰى غَیُوْرٌ قَطُّ — غیرت مند آدمی کبھی زنا نہیں کرتا ۔

(۹۰) اَلرَّاضِیْ بِفِعْلِ قَوْمٍ كَالدَّاخِلِ فِیْهِ مَعَهُمْ وَعَلٰى كُلِّ دَاخِلٍ فِیْ بَاطِلٍ اِثْمَانِ اِثْمُ الْعَمَلِ بِهٖ — جو شخص کسی قوم کے فعل سے راضی ہوا تو گویا اس کے ساتھ وہ خود بھی اس فعل میں داخل ہو گیا، اور ہر ایک باطل میں داخل ہونے

وَ اِثْمُ الرِّضَا بِهٖ	والے پر دو گناہ ہیں، ایک تو عمل باطل کے کرنیکا، اور دوسرا عمل باطل پر راضی ہونے کا۔
(۹۱) مَنْ نَظَرَ فِیْ عُیُوْبِ النَّاسِ فَاَنْکَرَهَا ثُمَّ رَضِیَهَا لِنَفْسِهٖ فَذٰلِکَ الْاَحْمَقُ	جس شخص نے لوگوں کے عیب کو دیکھا، انہیں برا جانا پھر اپنے نفس کے لئے انہیں عیوب کو اختیار کر لیا، وہ احمق ہے۔
(۹۲) اَلتَّقْصِیْرُ فِیْ حُسْنِ الْعَمَلِ وَاثِقَتَ بِالثَّوَابِ عَلَیْهِ غَبْنٌ	حسن عمل میں کوتاہی کرنا سخت غلطی ہے جب کہ تجھے اس پر ثواب ملنے کا یقین ہے۔
(۹۳) لَا شَرَفَ اَعْلٰی مِنَ الْاِسْلَامِ وَلَا عِزَّ اَعَزَّ مِنَ التَّقْوٰی وَلَا مَعْقِلَ اَحْسَنُ مِنَ الْوَرَعِ وَلَا شَفِیْعَ اَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَةِ وَلَا کَنْزَ اَغْنٰی مِنَ الْقَنَاعَةِ۔	کوئی شرف اسلام سے اعلٰے نہیں کوئی عزت تقوے سے زیادہ معزز نہیں کوئی حصار زہد و ورع سے زیادہ محکم و استوار نہیں، کوئی شفیع توبہ سے زیادہ کامیاب نہیں۔ اور کوئی خزانہ قناعت سے زیادہ غنی نہیں۔
(۹۴) اَلْحِرْصُ وَالْکِبْرُ وَالْحَسَدُ دَوَاعٍ اِلَی التَّقَحُّمِ فِی الذُّنُوْبِ	حرص، تکبر اور حسد گناہوں کی طرف بلانے والے ہیں۔
(۹۵) اَلدَّهْرُ یَوْمَانِ یَوْمٌ لَکَ وَیَوْمٌ عَلَیْکَ فَاِذَا کَانَ عَلَیْکَ فَاصْبِرْ!	زمانے کے دو دن ہیں ایک تیرے نفع کا دوسرا تیرے نقصان کا، جب تیرے نفع کا ہو تو ناشکری نہ کر اور نہ اس پر اترا، اور جب تیرے نقصان کا ہو تو صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے یعنی صبر کر۔

(٥٦) مَا أَحْسَنَ تَوَاضُعَ الْأَغْنِيَاءِ
لِلْفُقَرَاءِ طَلَبًا لِمَا عِنْدَ اللّٰهِ
وَأَحْسَنُ مِنْهُ تِيهُ الْفُقَرَاءِ
عَلَى الْأَغْنِيَاءِ اتِّكَالًا عَلَى اللّٰهِ

(٥٧) إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ هُمُ
الَّذِينَ نَظَرُوا إِلَى بَاطِنِ
الدُّنْيَا إِذَا نَظَرَ النَّاسُ
إِلَى ظَاهِرِهَا وَاشْتَغَلُوا
بِآجِلِهَا إِذَا اشْتَغَلَ النَّاسُ
بِعَاجِلِهَا فَأَمَاتُوا مِنْهَا
مَا خَشُوا أَنْ يُمِيتَهُمْ وَتَرَكُوا
مِنْهَا مَا عَلِمُوا أَنَّهُ سَيَتْرُكُهُمْ
وَرَأَوُا اسْتِكْثَارَ غَيْرِهِمْ مِنْهَا
اسْتِقْلَالًا وَدَرَكَهُمْ لَهَا فَوْتًا
أَعْدَاءُ مَا سَالَمَ النَّاسُ وَسَلْمُ
مَا عَادَى النَّاسُ بِهِمْ عُلِمَ الْكِتَابُ
وَبِهِ عَلِمُوا وَبِهِمْ قَامَ الْكِتَابُ
وَبِهِ قَامُوا لَا يَرَوْنَ مَرْجُوًّا فَوْقَ مَا
يَرْجُونَ وَلَا مَخُوفًا فَوْقَ مَا يَخَافُونَ

ثواب خداوندی طلب کرنے کیلئے اُمراء کا فقراء
کے ساتھ تواضع سے پیش آنا کیا اچھی بات ہے اور
فقراء کا اللہ پر توکل کرتے ہوئے امراء کے سامنے
فروتنی و عاجزی نہ کرنا اس سے بھی اچھی بات ہے

اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے باطن پر
نظر رکھتے ہیں جبکہ لوگ دنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہوتے
ہیں، اور وہ اپنی آخرت میں مشغول ہوتے ہیں۔
جبکہ لوگ اپنی دنیا میں مشغول ہوتے ہیں، اور وہ
خواہش نفسانی کو مار دیتے ہیں جس سے اندیشہ
ہوتا ہے کہ یہ انہیں تباہ کر دے گی اور دنیا کی
اس چیز کو ترک دیتے ہیں جسے جان لیتے ہیں کہ وہ
عنقریب ان سے الگ ہو جائے گی، دنیا کا وہ
مال جو ان کے غیروں کی نگاہ میں کثیر ہوتا ہے
اس کو قلیل خیال کرتے ہیں، جب لوگ دنیا کو
پالیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں، کہ دنیا انکے ہاتھ سے
جاتی رہی، وہ لوگوں کی مصالحت کے دشمن ہیں
اور لوگ انکی مصالحت کے دشمن ہیں کتاب اللہ
کا علم ان کے ساتھ ہے، اور وہ اسکو جانتے ہیں
اور کتاب اللہ انکے ساتھ قائم رہے اور وہ اسکے ساتھ قائم رہیں

کسی امیدوار کو اس سے بالاتر نہیں دیکھتے جس کی یہ امید کرتے ہیں اور نہ کسی ڈرنے والے کو اس سے بلند دیکھتے ہیں جس سے یہ ڈرتے ہیں۔

(۹۸) اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا بیٹا میری چار وصیتیں یاد رکھ! اگر ان پر عمل کرے گا تو نقصان نہیں اٹھائے گا!

إِنَّ أَغْنَى الْغِنَى الْعَقْلُ وَ	بلاشبہ سب سے بڑی غنا عقل ہے
أَكْبَرَ الْفَقْرِ الْحُمْقُ وَأَوْحَشُ	سب سے بڑی احتیاج حماقت و بے وقوفی ہے
الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ وَأَكْرَمُ	سب سے بڑی وحشت تکبر و غرور ہے
الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ يَا بُنَيَّ	سب سے بڑی بزرگی حسنِ خلق ہے
إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْأَحْمَقِ	بیٹا احمق کی دوستی سے پرہیز کرنا کیونکہ وہ
فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ	ارادہ تو کرے گا کہ تجھے نفع پہنچائے مگر
فَيَضُرُّكَ وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ	نادانی کی وجہ سے تجھے نقصان پہنچائے گا
الْبَخِيلِ فَإِنَّهُ يَبْعُدُ عَنْكَ	اور بخیل کی دوستی سے بھی بچنا کیونکہ جب تجھے
أَحْوَجَ مَا تَكُونُ إِلَيْهِ وَإِيَّاكَ	اس کی مدد کی ضرورت ہوگی۔ وہ تیری
وَمُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ فَإِنَّهُ يَبِيعُكَ	اعانت سے دستبردار ہو کر تجھ سے دور ہو
بِالتَّافِهِ وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ	جائے گا، اور فاجر کی دوستی سے بھی بچنا کیونکہ
الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ كَالسَّرَابِ	وہ ایک معمولی سی قیمت کے بدلے
يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيدَ وَيُبَعِّدُ	تجھے بیچ دے گا اور کذاب کی دوستی سے
عَلَيْكَ الْقَرِيبَ	بھی بچنا کیونکہ کذاب سراب کی مانند ہے

لہٰذا وہ بعید کو تجھ پر قریب اور قریب کو تجھ پر بعید ظاہر کرے گا

۹۹) وَسُئِلَ عَنِ الْاِيْمَانِ فَقَالَ
اَلْاِيْمَانُ عَلٰى اَرْبَعِ دَعَائِمَ عَلَى الصَّبْرِ
وَالْيَقِيْنِ، وَالْعَدْلِ، وَالْجِهَادِ
وَالصَّبْرُ مِنْهَا عَلٰى اَرْبَعِ شُعَبٍ
عَلَى الشَّوْقِ وَالشَّفَقِ وَالزُّهْدِ
وَالتَّرَقُّبِ فَمَنِ اشْتَاقَ اِلَى الْجَنَّةِ
سَلَا عَنِ الشَّهَوَاتِ وَمَنْ اَشْفَقَ
مِنَ النَّارِ اجْتَنَبَ الْمُحَرَّمَاتِ
وَمَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا اسْتَهَانَ
بِالْمُصِيْبَاتِ، وَمَنِ ارْتَقَبَ الْمَوْتَ
سَارَعَ اِلَى الْخَيْرَاتِ، وَالْيَقِيْنُ مِنْهَا
عَلٰى اَرْبَعِ شُعَبٍ عَلٰى تَبْصِرَةِ الْفِطْنَةِ
وَتَاَوُّلِ الْحِكْمَةِ وَمَوْعِظَةِ الْعِبْرَةِ
وَسُنَّةِ الْاَوَّلِيْنَ فَمَنْ تَبَصَّرَ فِي الْفِطْنَةِ
تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ، وَمَنْ تَبَيَّنَتْ
لَهُ الْحِكْمَةُ عَرَفَ الْعِبْرَةَ، وَمَنْ
عَرَفَ الْعِبْرَةَ فَكَاَنَّمَا كَانَ فِي الْاَوَّلِيْنَ
وَالْعَدْلُ مِنْهَا عَلٰى اَرْبَعِ شُعَبٍ عَلٰى
غَائِصِ الْفَهْمِ وَغَوْرِ الْعِلْمِ وَزُهْرَةِ الْحُكْمِ

آپ سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا
ایمان چار ستونوں پر قائم ہے اور وہ یہ ہیں
صبر، یقین، عدل، جہاد، اور صبر کی چار
شاخیں ہیں شوق، خوف، زہد، انتظار تو جو
شخص جنت کا مشتاق ہوا اس نے شہوات کو
چھوڑ دیا۔ اور جو شخص دوزخ سے ڈرا۔ اس
نے محرمات سے اجتناب کیا اور جس نے
دنیا میں زہد کیا مصیبتیں اس پر آسان ہو
گئیں اور جو موت کے انتظار میں رہا اس نے
بھلائیوں کی طرف عجلت کی۔ اسی طرح یقین
کی بھی چار شاخیں ہیں: نگاہ زیرک، تاویلِ حکمت
نصیحتِ عبرت، پہلوں کا طریقہ، پس جس شخص نے
غور و فکر سے سمجھا اس کے لئے حکمت ظاہر ہوئی
اور جس کے لئے حکمت ظاہر ہو گئی اس نے عبرت
کو پہچان لیا اور جس نے عبرت کو پہچان لیا وہ گویا
پہلے لوگوں میں سے ہو گیا۔ اسی طرح عدل کے
بھی چار شعبے ہیں: عقل و فہم میں پیر جانا، علم
کے ظاہر و باطن کو پہنچنا، حکم کو روشن کرنا،
حلم کو قائم رکھنا۔ پس جس شخص نے عقل و فہم سے

وَمُسَاخَةِ الْحِلْمِ. فَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ، وَمَنْ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ صَدَرَ عَنْ شَرَائِعِ الْحُكْمِ (۵) وَمَنْ حَلُمَ لَمْ يُفَرِّطْ فِيْ أَمْرِهِ وَعَاشَ فِي النَّاسِ حَمِيْدًا. وَالْجِهَادُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ عَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالصِّدْقِ فِي الْمَوَاطِنِ (۶) وَشَنَآنِ الْفَاسِقِيْنَ فَمَنْ أَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ شَدَّ ظُهُوْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ نَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ أَرْغَمَ أُنُوْفَ الْكَافِرِيْنَ، وَمَنْ صَدَقَ فِي الْمَوَاطِنِ قَضَى مَا عَلَيْهِ، وَمَنْ شَنِئَ الْفَاسِقِيْنَ وَغَضِبَ لِلّٰهِ غَضِبَ اللّٰهُ لَهُ وَأَرْضَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جانا اس نے علم کے ظاہر و باطن کو جان لیا اور جس نے علم کے ظاہر و باطن کو جان لیا اس نے شریعت کے مطابق حکم صادر کیا، اور جس نے حلم اختیار کیا وہ اپنے کام میں تقصیر نہیں کرے گا، اور لوگوں میں تعریف کے ساتھ رہے گا۔ اسی طرح جہاد کے بھی چار شعبے ہیں نیکی کا حکم کرنا برائی سے منع کرنا، میدانِ جنگ یعنی لڑائی کے وقت سچائی اختیار کرنا نافرمانوں سے نفرت و دشمنی کرنا۔ پس جس شخص نے نیکی کا حکم کیا اس نے مومنین کی کمر مضبوط کر دی، اور جس نے مقامِ جنگ میں صداقت اختیار کی اس نے حق ادا کر دیا، اور جس نے فاسقین سے دشمنی رکھی اور اللہ کے لیے ان پر غضبناک ہوا قیامت کے دن اللہ فاسقوں پر غضبناک ہوتے ہوئے اس پر خوش ہوگا اور اس کو خوش کرے گا۔

(۱۰۰) يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ فِيْ عَيْبِ أَحَدٍ بِذَنْبِهِ فَلَعَلَّهُ مَغْفُوْرٌ لَهُ وَلَا تَأْمَنْ عَلَى نَفْسِكَ صَغِيْرَ مَعْصِيَةٍ فَلَعَلَّكَ مُعَذَّبٌ عَلَيْهِ

اے اللہ کے بندے کسی گناہ کی وجہ سے کسی کی عیب جوئی نہ کر شاید وہ بخش دیا گیا ہو، اور تو اپنے نفس پر صغیرہ گناہ سے بھی بے خوف نہ رہ کیا عجب کہ اسی کے سبب تجھ پر عذاب کیا جائے۔

(۱۰۱) اَلْاِیْمَانُ مَعْرِفَۃٌ بِالْقَلْبِ وَ
اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ

قلب کی معرفت، زبان کے اقرار اور ارکان
کے عمل کا نام ایمان ہے

(۱۰۲) یَا جَابِرُ قِوَامُ الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا
بِاَرْبَعَۃٍ عَالِمٍ مُسْتَعْمِلٍ عِلْمَہٗ وَجَاہِلٍ
لَا یَسْتَنْکِفُ اَنْ یَّتَعَلَّمَ وَجَوَادٍ لَّا
یَبْخَلُ بِمَعْرُوْفِہٖ وَفَقِیْرٍ لَا یَبِیْعُ اٰخِرَتَہٗ
بِدُنْیَاہُ فَاِذَا ضَیَّعَ الْعَالِمُ عِلْمَہٗ
اِسْتَنْکَفَ الْجَاہِلُ اَنْ یَّتَعَلَّمَ وَاِذَا
بَخِلَ الْغَنِیُّ بِمَعْرُوْفِہٖ بَاعَ الْفَقِیْرُ
اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَاہُ

اے جابر دین و دنیا چار آدمیوں کے سبب سے
قائم ہے (۱) عالم جو اپنے علم کا استعمال کرتا ہو
(۲) جاہل جو علم کے حاصل کرنے میں شرم
محسوس نہ کرتا ہو (۳) سخی جو اپنے احسان میں بخل
نہ کرتا ہو (۴) فقیر جو اپنی آخرت کو دنیا کے
عوض نہ بیچتا ہو، پس جس وقت عالم نے
اپنے علم کو ضائع کیا جاہل نے علم حاصل
کرنے میں شرم و عار محسوس کی اور غنی و
سخی نے خیرات و احسان کرنے میں بخل کیا اور فقیر نے آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ دیا تو
دین و دنیا قائم نہیں رہیں گے)

(۱۰۳) اِنَّہٗ بَایَعَنِی الْقَوْمُ الَّذِیْنَ
بَایَعُوْا اَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰی مَا
بَایَعُوْہُمْ عَلَیْہِ فَلَمْ یَکُنْ لِّلشَّاہِدِ
اَنْ یَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ یَّرُدَّ وَ
اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُہَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ
فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَّسَمَّوْہُ اِمَامًا
کَانَ ذٰلِکَ لِلّٰہِ رِضًا فَاِنْ خَرَجَ

تحقیق مجھ سے بیعت کی ہے ان لوگوں نے
جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان سے بیعت
کی تھی انہیں شرائط پر جن پر ان سے بیعت
کی تھی۔ لہذا اب نہ کسی حاضر کو چاہیئے کہ وہ
کسی اور کو اختیار کرے اور نہ کسی غائب کو
چاہیئے کہ وہ میری خلافت کو رد کرے سوا
اس کے نہیں کہ مشورہ خلافت کا حق مہاجرین

عَنْ اَمْرِ هِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رُدُّوْهُ اِلٰی مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰی قَاتَلُوْهُ عَلٰی اِتِّبَاعِهٖ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَوَلَّاهُ مَا تَوَلّٰی۔

وانصار کو ہے پس اگر مہاجرین وانصار کسی شخص پر متفق ہو جائیں اور اس کو امامت وخلافت کیلئے نامزد کریں تو وہ خدا کا پسندیدہ امام ہوتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص مہاجرین وانصار کے امر اجماع سے نکلے، کوئی اعتراض کرتے ہوئے، یا کوئی نئی بات نکالتے ہوئے تو مسلمانوں کو چاہئیے کہ اس کو پھر اس اجماع کی طرف واپس لائیں جس سے وہ نکلا ہے۔ اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کریں، کیونکہ اس نے ایمان والوں کے طریقے کے خلاف کی پیروی کی، اور اللہ اس کو اسی طرف پھیرے گا جدھر وہ پھرا۔

(۱۰۵) لَقَدْ رَاَیْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَمَا اَرٰی اَحَدًا مِنْکُمْ یُشْبِهُهُمْ لَقَدْ کَانُوْا یُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا وَقَدْ بَاتُوْا سُجَّدًا وَقِیَامًا یُرَاوِحُوْنَ بَیْنَ جِبَاهِهِمْ وَخُدُوْدِهِمْ وَیَقِفُوْنَ عَلٰی مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِکْرِ مَعَادِهِمْ کَاَنَّ بَیْنَ اَعْیُنِهِمْ رُکَبَ الْمِعْزٰی مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ هَمَلَتْ

بیشک میں نے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تم میں کوئی بھی تو انکی نظیر دکھائی نہیں دیتا وہ اس حالت میں صبح کرتے تھے کہ الجھے ہوئے بال غبار آلود چہرے بیشک ان کی راتیں قیام وسجود میں گذرتی تھیں کبھی ان کی پیشانیاں صرف سجود ہوتی تھیں اور کبھی رخسارے، وہ اپنے معاد کے ذکر سے ایسے بے حس وحرکت ہو جاتے تھے جیسے بقیہ تنہ خرمہ۔ سجدوں کے طول سے ان کی آنکھوں کے درمیان

اَعْیُنُهُمْ حَتّٰی تَبُلَّ جُیُوْبَهُمْ — پیشانیوں پر گھٹنے پڑپڑ کے ایسے ہو گئے

وَ مَادُوْا كَمَا يَمِيْدُ الشَّجَرُ — تھے جیسے بکریوں کے زانو جب اللہ کا ذکر

يَوْمَ الرِّيْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا — ہوتا تو ان کی آنکھیں اشک بار ہوتی ہوئی

مِنَ الْعِقَابِ وَرَجَاءً لِلثَّوَابِ — جیب و دامن کو تر بتر کر دیتی تھیں، وہ

خوف وعقوبت اور امید ثواب سے ایسے لرزتے تھے جیسے سخت آندھی کے وقت درخت جنبش کیا کرتے ہیں۔

ف :۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تمام ارشادات شیعہ مذہب کی معتبر کتاب **نہج البلاغہ** سے نقل کئے گئے ہیں، اوپر کے دو ارشادات خاص طور پر قابل غور ہیں۔

پہلے ارشاد مبارک سے ثابت ہوا کہ انتخاب خلیفہ کا حق مہاجرین وانصار کو تھا اور ان کا منتخب شدہ خلیفہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ خلیفہ ہوتا ہے، پھر جو اس کی مخالفت کرے اور اس کو نہ مانے وہ مفسد اور ایمان والوں کے راستے سے ہٹا ہوا ہے معلوم ہوا تینوں خلفاء برحق تھے کیونکہ ان کو بھی مہاجرین وانصار نے ہی بالاتفاق منتخب کیا تھا۔

دوسرے ارشاد مبارک سے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل، تقویٰ، پرہیزگاری اظہر من الشمس ہے[ع]۔ یہاں تک کہ حضرت علی اپنے تمام معتقدین ساتھیوں سے فرما رہے ہیں کہ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایسے بے نظیر تھے کہ تم میں کوئی ان کا مثیل ونظیر نظر نہیں آتا۔ متعصب اور ضدی قسم کے لوگوں

ع فضائل صحابہ اور مسئلہ خلافت وغیرہ کی تحقیق کے لئے مؤلف کا رسالہ نجوم الہدایت ضرور پڑھیں (زیر طبع ہے)

سے تو کوئی توقع نہیں ہے، وہ تو غلط تاویل کریں گے لیکن منصف مزاج حضرات سے پوری پوری توقع ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے غور کر کے صحابۂ کرام کی عظمت کا اعتراف کریں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ الطفیل اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم ان ارشادات عالیہ سے مسلمانوں کو مستفیض فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

نا چیز

محمد شفیع الخطیب اوکاڑوی کراچی

خطیبِ پاکستان حضرت علامہ محمد شفیع صاحب اوکاڑوی

کی دیگر ایمان افروز تصانیف

(۱) ذکرِ جمیل : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف از سر انور تا پائے مبارک ہر عضو کے خصائص و معجزات کا بیان۔ آجکل کے بعض اختلافی مسائل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں حل پیش کیا گیا ہے۔ کتابت وطباعت نہایت عمدہ۔

(۲) ذکرِ حسین : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کی تخلیق سے لے کر بعثت و نبوت تک مفصل حالات نیز چند مسائل نہایت عالمانہ و محققانہ طور پیش کئے گئے ہیں۔

(۳) راہِ عقیدت : عراق، شام، بیت المقدس، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور ان کے مضافات کے تمام مقامات مقدسہ کے تفصیلی حالات اور زیارت کا بیان۔

(۴) سفینۂ نوح (حصہ اوّل) اہلبیت اطہار کے فضائل و کمالات خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل اور بعض ضروری مسائل کا بیان کتابت وطباعت نہایت عمدہ۔

(۵) سفینۂ نوح (حصہ دوم) حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ کی زندگی کے پاکیزہ حالات آپ کے فضائل، پردہ باغ فدک وغیرہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے فضائل آجکل کی عریانی، فیشن پرستی وغیرہ پر بہترین بحث عورتوں کے لئے خصوصاً یہ کتاب بہت مفید ہے۔

(۶) راہِ حق : مسئلہ صلوٰۃ وسلام۔ ندائے یارسول اللہ اور یا غوث اور انبیاء و اولیاءٔ

سے مدد مانگنے کا بہترین ثبوت و مخالفین کا سخت رد۔

(۷) ثواب لعبادات الی ارواح الاموات:۔ مسئلہ ایصال ثواب۔ فاتحہ خوانی وغیرہ کا بے نظیر بیان۔ کتابت وطباعت نہایت عمدہ۔

(۸) برکات میلاد شریف وسلام وقیام:۔ میلاد شریف کرنے اور کھڑے ہوکر سلام پڑھنے کا بہتر ثبوت۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب۔ کتابت وطباعت عمدہ

(۹) نماز مترجم مع ضروری مسائل:۔ نماز پنجگانہ۔ عیدین۔ جمعہ۔ جنازہ اور دیگر نوافل نمازوں اور نماز غسل۔ وضو تیمم کے مسائل۔ نماز پڑھنے کی برکتیں۔ چھوڑنے کی وعیدیں اور مسنون دعاؤں کا بیان۔ دو رنگوں میں نہایت عمدہ کتابت وطباعت

(۱۰) درس توحید اپنے آئینہ میں:۔ توحید وشرک کا بیان۔ مخالفین کا شاندار دلچسپ رد خود انہیں کے اکابر علماء کی کتب سے۔ نہایت لاجواب کتاب ہے لکھائی چھپائی عمدہ۔

(۱۱) انگوٹھے چومنے کا مسئلہ:۔ آذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنکر درود شریف پڑھنے اور انگوٹھے چومنے کا بیان۔ کتابت وطباعت بہت نفیس

(۱۲) نغمہ حبیب:۔ مختلف نعتوں کا مجموعہ۔ نعت خواں حضرات کے لئے بے نظیر تحفہ کتابت وطباعت نہایت عمدہ۔

(۱۳) امام پاک اور یزید پلید:۔ یزیدی ٹولہ کے پیدا کردہ شبہات کا نہایت مدلل ومسکت جواب۔ شہادت کربلا کا تفصیلی بیان۔ بے نظیر کتابت ہے زیر طبع ہے۔

(۱۴) مختلف مضامین کا مجموعہ:۔ زیر طبع ہے۔

ملنے کا پتہ: ۵۳۔ بی سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی ۳

سلام

سایۂ مصطفےٰ مایۂ اصطفا
عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اُس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اصدق الصادقینؓ سیّد المتقینؓ
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

وہ عمرؓ جس کے اعدا پہ شیدا سقر
اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

فارقِ حق و باطل، امام الہدیٰ
تیغِ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام

ترجمانِ نبیؐ ہمزبانِ نبیؐ
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

کعبۂ دین و ایماں کے دونوں ستوں
ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

زاہدِ مسجدِ احمدی پر درود!
دولتِ جیشِ عسرت پہ لاکھوں سلام

دُرِّ منثورِ قرآں کی سلک بہی!
زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمانؓ صاحبِ قمیصِ ہدیٰ
حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین
ساقیٔ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

اصلِ نسلِ صفا وجہِ وصلِ خدا
بابِ فضلِ ولایت پہ لاکھوں سلام

شیر شمشیر زن شاہِ خیبر شکن
پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

جس مسلماں نے دیکھا انہیں اک نظر
اُس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

باہتمام طبع صدیقی سسر آرٹ پریس کراچی ملا

۴۸۶

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

★

سفینۂ نوح

حصّہ اوّل

مُؤلِفہ

محمد شفیع الخطیب اوکاڑوی، کراچی

ملنے کا پتہ

نورانی منزل ۵۳-بی، سندھی مسلم سوسائٹی۔ کراچی